مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی رسالہ

انصار الدین

مئی/جون2024ء | ہجرت/احسان1403ہجری شمسی | ذوالقعدہ/ذوالحجہ1445ہجری | جلد21نمبر3

”اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو“

(کشتی نوح صفحہ ۱۵)



تاریخی عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

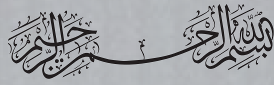
ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضے کی تکمیل کے لیے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے آخر دم تک مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔

اے خدا! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ آمِيْن۔ اَللّٰهُمَّ آمِيْن۔ اَللّٰهُمَّ آمِيْن

بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو کے ۲۰۲۳



نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی رسالہ

انصار الدین

مئی/جون 2024ء | ہجرت/احسان 1403 ہجری شمسی | ذوالقعدہ/ذوالحجہ 1445 ہجری | جلد 21 نمبر 3

مجلس انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لیے روزانہ دو نفل
ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

Sara-e-Nasir, 29 Alma Lane, Farnham, Surrey, G U9 0LJ, United Kingdom e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

اداریہ

نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہ

مئی جون ۲۰۲۴ء کا شمارہ پیش ہے۔ آج سے ٹھیک چالیس سال قبل مئی ۱۹۸۴ء کے آغاز کے ساتھ ہی خلافتِ احمدیہ کا سورج بھی پاکستان سے ہجرت کے مراحل طے کرتے ہوئے برطانیہ کی سرزمین سے طلوع ہورہا تھا۔ خداتعالیٰ کی خاطر کی جانے والی اس ہجرت پر آج چالیس سال مکمل ہوگئے ہیں۔ گویا اُس روز جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ اپنی عمر کے لحاظ سے مجلس انصاراللہ میں شامل ہورہا ہے۔

اگرچہ گزشتہ سوا سو سال میں جماعت احمدیہ کی مسلسل روزافزوں ترقیات روزِروشن کی طرح عیاں ہیں لیکن گذشتہ چالیس سالوں میں سرزمینِ انگلستان میں مرکزِ خلافت کے قیام کے بعد سے تاریخ گواہ ہے کہ خلافتِ احمدیہ کی برکات ایک نئی عظمت، شوکت، قوّت، سطوت، سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ زمین کے کناروں تک پھیلتی چلی گئیں۔ ہر آنے والا سال ایسی نئی منازل کی نوید دیتا چلا گیا جس نے تاریخ احمدیت کے سنہری دَور میں بیش بہا کامیابیوں کو رقم کرتے ہوئے احمدیت کا سفر کئی گُنا تیزتر کردیا۔ بے شک یہ خداتعالیٰ کی غیرمعمولی تائید ہی تھی جس نے خلافت احمدیہ کو ہمیشہ ابتلاؤں میں تسکین اور امن کا ذریعہ بنایا اور جماعتِ مومنین کو ان ابتلاؤں میں سے معجزانہ کامیابی سے گزار کر نہایت شیریں پھلوں سے اس کا دامن بھر دیا۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلك

گذشتہ چالیس سال کے دورانیے میں خلافت احمدیہ کے وفادار عشاق ایک بابرکت دَورِ چہارم کے نہایت تابناک اختتام کے چشمدید گواہ بنتے ہوئے خلافتِ خامسہ کے نہایت پاکیزہ اور ترقیات کے ایک نئے دَور میں عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ داخل ہوئے۔ ہر احمدی اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جاری کی جانے والی قدرت ثانیہ یعنی خلافتِ احمدیہ کی برکات کا تسلسل کبھی بھی منقطع نہیں ہوا۔ اگرچہ دنیا بھر میں کئی مقامات پر مظلوم احمدیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے۔ محض خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے موعود پر ایمان لانے کی پاداش میں سینکڑوں احمدیوں کو جامِ شہادت بھی نوش کرنا پڑا، ہزاروں پابندِ سلاسل بھی ہوئے، اَن گنت اپنے دنیاوی حقوق بلکہ بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کیے گئے۔ لیکن صبر وثبات کے کوہِ گراں ہر ستم پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن کہتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔ اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ صدق وصفا کے پیکر اور عشق و وفا کے پجاریوں سے اعجاز وکرامات کا سلسلہ کیونکر ظاہر ہوتا رہا۔ فقط اس لیے کہ یہ عشّاق آنحضور ﷺ کی بشارات کے مطابق ظاہر ہونے والے مسیح ومہدی پر ایمان لانے کا شرف اور مقصدِ حیات پا چکے تھے اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے غلامِ صادق کے بعد جاری سلسلہ خلافت علیٰ منہاج نبوت سے وابستہ ہو کر اپنے ربّ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی دنیاوی خواہشات وجذبات کو قربان کرتے چلے جانے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ اس عظیم الشان جماعت کے افراد کی خلافتِ احمدیہ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے پیش کی جانے والی قربانیوں کی غیرمعمولی داستانیں تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جاتی رہیں گی اور آئندہ احمدی نسلیں بھی ہر آنے والے ابتلا کے موقع پر انہی داستانوں سے ہمت، حوصلہ، اطاعت اور جرأت کے نشان پا کر خلافتِ احمدیہ کے حضور سرِتسلیم خم کرتے ہوئے اپنا قدم بڑھاتی چلی جائیں گی۔ ان شاءاللہ

برادرانِ کرام! ماہ مئی دنیا بھر کے احمدیوں کو یومِ خلافت کے حوالے سے اُن کی ذمہ داریوں کی یاددہانی تو کرواتا ہے۔ لیکن انگلستان کے رہنے والوں پر یہ ذمہ داری دوہری ہے۔ اس سرزمین پر بسنے والا ایک طبقہ تو وہ ہے جس نے انصارِ مدینہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے آقا کو خوش آمدید کہا اور پھر خلافتِ احمدیہ کے جاںنثار غلام بن کر اپنا سب کچھ پیش کرتے ہوئے سلطانِ نصیر بننے کا حق ادا کردیا۔ جبکہ

دوسرا گروہ اُن عشّاق کا ہے جو اپنے آقا کی پاکستان سے ہجرت کے بعد اپنی بے قرار روحوں کو قرار دینے کے لیے اور اپنی پیاسی روحوں کو سیراب کرنے کی خاطر کشاں کشاں اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور چودہ سو سال پہلے کے مہاجرین مکّہ کی یاد تازہ کردی۔ دراصل خلافت احمدیہ کے عشّاق کی یہ وہ پہلی ہجرت تھی جو محض دین کی خاطر ہوئی اور جس میں دونوں گروہوں (انصار و مہاجرین) نے محبت، اطاعت، فدائیت اور قربانی کے وہ مظاہرے پیش کیے جنہوں نے قرونِ اولیٰ کی قربانیوں کی یاد تازہ کردی۔ پہلی ہجرت جس میں قادیان دارالامان سے عارضی جدائی اختیار کرنی پڑی تھی وہ جغرافیائی حالات اور ارضی تقسیم کے تابع تھی اور وہاں مہاجرین کی ایک جماعت ہی تھی جس نے خلیفۂ وقت کے ارشاد کو مقصدِ حیات بنالیا اور دیکھتے دیکھتے بے آب و گیاہ سرزمین ربوہ کو سرسبز و شاداب نخلستان میں بدل کر تاریخِ عالم میں ایک نیا باب رقم کیا۔

قارئین محترم! اگر ہم یا ہمارے والدین خلافتِ احمدیہ کی محبت میں ارض انگلستان میں پہنچ کر یہاں آبسے تھے تو اس نسبت سے ایک نہایت اہم ذمہ داری ہم پر زائد عائد ہوتی ہے۔ یعنی احمدیت کے وہ تمام فدائی پروانے جو اپنے محبوب آقا کے عشق کو حرزِ جاں بنائے ہوئے شمع خلافت کی محبت میں اُس کا قرب پانے کی تمنّا لیے دیوانہ وار ارضِ انگلستان میں آبسے تھے، اس نسبت سے اُن سب کو اپنے عہد کی حفاظت و وفا کا احساس دنیا میں پھیلی ہوئی عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کی نسبت زیادہ ہونا چاہیے۔ یہ عہد کیا ہے؟ خلافتِ احمدیہ کی بے مثال اطاعت کرتے ہوئے نیک راہوں پر چلتے چلے جانے کی سعی کرنا اور اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ایسی روشن مثالیں قائم کردینا کہ وہ ہمارے عملی نمونہ کو نہ صرف اپنے لیے نصب العین قرار دیں بلکہ ہمارے بعد ہماری روحوں پر محبت سے سلامتی کی دعاؤں کے نذرانے بھی پیش کرنے والے ہوں۔

کیا ہم جانتے ہیں کہ ہمارا عہد کیا ہے؟ عبادت کا اعلیٰ معیار، اخلاقی حالت میں ترقی، دعوت الی اللہ، روحانی مدارج کا حصول......... جی ہاں یہ سب کچھ۔ لیکن خوشنما اور خوبصورت پاکیزہ اداؤں کے یہ سارے پھول اگر ایک ہی گلدستے میں پیش کیے جائیں۔ یا یوں کہیے کہ مثبت خصوصیات کے حامل یہ قیمتی چمکدار موتی اگر کسی انمول ہار میں پرو کر زیبِ تن کرنا چاہیں تو اس کے لیے اپنے اُس عہد کو غور سے پڑھ لیں جسے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کو گواہ بنا کر ہم نے بارہا دہرایا ہے کہ: ’’مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔‘‘

پس انصارِ مدینہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہماری صرف ایک ذمہ داری ہے کہ جب اور جس وقت ہمارا امام نیکی کی جس راہ کی طرف بھی ہمیں بلائے، ہم صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ اُسی اطاعت کا اظہار کریں جس کی توقع خدا اور اُس کے رسول ﷺ نے ہم سے کی ہے۔ جب امام کی خواہش ہو کہ دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دیں تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے حالات کے مطابق اس حکم پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ جب امام وقت کی آرزو ہو کہ کسی خاص مقصد کے لیے مالی قربانی پیش کی جائے تو اپنے حالات کے مطابق ہر احمدی قربانی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔ جب خلیفۂ وقت آواز دے کہ کسی خاص تحریک کے لیے اپنا قدم بڑھاؤ تو ہم میں سے ہر شخص دین کو دنیا پر مقدّم کرتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ اطاعت کا اعلیٰ معیار قائم کرے۔

الغرض اطاعت ہی وہ جوہر ہے جو تمام نیکیوں کے حسن کو قائم رکھتا ہے۔ ایک خوشنما گلدستے اور دیدہ زیب ہار کی خوبصورتی کا حقیقی مرکز دراصل اطاعت ہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ امامِ وقت کے تمام تر ارشادات (جو خطبات، خطابات اور پیغامات کی شکل میں آتے ہیں) کے سننے اور اُن پر عمل کرنے کے لیے محبت کی تمام راہیں اختیار کریں۔ گویا کچھ ایسے گوش برآواز ہوجائیں کہ ہماری روح اس امر کی تصدیق کرے کہ ہم نے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کا حق ہر پہلو سے ادا کرنے کی عاجزانہ کوشش کی ہے۔ بے شک ہم انصار اپنی زندگیوں کے اُس دَور میں سے گزر رہے ہیں جہاں ہمیں اپنے ربّ سے ملاقات کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تیاری کرنے کی ضرورت نسبتاً زیادہ ہے۔

اے ہمارے ربّ! ہم عاجز بندوں پر رحم فرما اور ہمیں ہمارے عہد کو پورا کرنے کی توفیق دے اور ہمارے تقصیر بھرے تھوڑے نیک اعمال پر راضی ہو جا اور ہمارا انجام بخیر کر۔ آمین اللّٰھمّ آمین

(محمود احمد ملک)



درس القرآن

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ۔

یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نمازیں عاجزی کرنے والے ہیں۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کہہ کر مومنوں کی کامیابی کی یقینی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔لیکن کونسے مومن؟ ان کی بہت سی شرائط اگلی آیتوں میں بیان فرمائی ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ زندگی گزارنے والے مومن ہی فلاح پانے والے ہیں اور ان شرائط میں سے یا اُن اوصاف میں سے جن سے ایک مومن کو متصف ہونا چاہئے، پہلی خصوصیت یا حالت یہ ہے کہ وہ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ۔اپنی نمازوں میں خشوع دکھانے والے ہیں۔ ''خاشع'' کے عام معنی یہی کئے جاتے ہیں کہ نمازیں گریہ وزاری کرنے والے۔لیکن اس کے اَور بھی معنی ہیں اور جب تک سب معنی پورے نہ ہوں ایک مومن کی حقیقی معیار کی حالت پیدا نہیں ہوتی۔اور لغات کے مطابق خشوع کے یہ معنی ہیں کہ انتہائی عاجزی اختیار کرنا۔اپنے آپ کو بہت نیچے کرنا۔اپنے نفس کو مٹا دینا۔تذلّل اختیار کرنا۔اپنے آپ کو کمتر بنانے کے لئے کوشش کرنا۔نظریں نیچی رکھنا۔آواز کو دھیما اور نیچا رکھنا۔

پس دیکھیں اس ایک لفظ میں ایک حقیقی مومن کی نماز اور عبادت کا کیسا وسیع نقشہ کھینچا گیا ہے اور جو انسان خدا تعالیٰ کے آگے اپنی عبادتوں کے یہ معیار حاصل کرنے کے لئے جھکے گا، اپنی عاجزی کو انتہا پر پہنچانے والا ہو گا، اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مٹانے والا ہو گا اور جو دوسری خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان کو اپنانے والا ہو گا تو پھر وہ جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا ہو گا وہاں وہ اس طرف بھی توجہ دے گا کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مخلوق کا بھی حق ادا کرنا ہے اور پھر یہ نمازیں اس کے دنیاوی معاملات سلجھانے والی بھی بن جائیں گی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بتاریخ ۱۰/اپریل ۲۰۱۵ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم مئی ۲۰۱۵ء)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لازم ہے کہ دجال تمہارے جیسے یا تم سے بہتر لوگوں کا زمانہ پائے اور اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم۔

(مستدرک حاکم کتاب المغازی باب ذکر فضیلۃ جعفر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے (دوسروں کو) ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس راستے پر چلنے والوں کے برابر اجر ہے جبکہ ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس غلطی کا ارتکاب کرنے والوں پر ہے جبکہ ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ ومن دعا إلی ہدی أو ضلالۃ)

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے امّ المومنین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے تو کون سی دعا کثرت سے پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر یہ دعا کرتے تھے:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔

اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

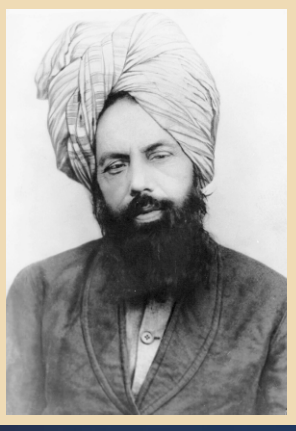
حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس دعا کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: اے امّ سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے، وہ جس کو چاہے [ہدایت پر] ثابت قدم رکھے اور جس کو چاہے گمراہ کردے۔

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث ۳۵۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات کا محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا ربّ عزّوجل فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھ کہ کیا اس نے اسے مکمل طور پر ادا کیا تھا یا نامکمل چھوڑ دیا؟ پس اگر اس کی نماز مکمل ہوگی تو اس کے نامۂ اعمال میں مکمل نماز لکھی جائے گی اور اگر اس نماز میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو فرمائے گا کہ دیکھیں کیا میرے بندے نے کوئی نفلی عبادت کی ہوئی ہے؟ پس اگر اس نے کوئی نفلی عبادت کی ہوگی تو فرمائے گا کہ میرے بندے کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس کے نفل سے پوری کردو۔ پھر تمام اعمال کا اسی طرح مؤاخذہ کیا جائے گا۔

(سنن نسائی، کتاب الصلوۃ باب المحاسبۃ علی الصلوۃ حدیث 466)



امام الکلام۔کلام الامام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صداقت کی ایک دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی لیکن اللہ جلّ شانہٗ کی توفیق سے میں سچ کے لیے اپنی جان اور عزت سے دست بردار ہو گیا۔ اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لیے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدا سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۸۹-۲۹۰)

نماز کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقّت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یادِ الٰہی میں مومن کو میسر آتی ہے۔ یعنی گدازش اور رقّت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور روح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور ایک خوف کی حالت اپنے پر وارد کر کے خدائے عزّوجل کی طرف دل کو جھکانا جیسا کہ اِس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ یعنی وہ مومن مراد پا گئے جو اپنی نمازوں میں اور ہر ایک طور کی یادِ الٰہی میں فروتنی اور عجز و نیاز اختیار کرتے ہیں اور رقّت اور سوز و گداز اور قلق اور کرب اور دلی جوش سے اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں... وہ لوگ جو قرآن شریف میں غور کرتے ہیں سمجھ لیں کہ نماز میں خشوع کی حالت روحانی وجود کے لیے ایک نطفہ ہے اور نطفہ کی طرح روحانی طور پر انسانِ کامل کے تمام قویٰ اور صفات اور تمام نقش و نگار اس میں مخفی ہیں۔ اور جیسا کہ نطفہ اُس وقت تک معرضِ خطر میں ہے جب تک کہ رِحم سے تعلق نہ پکڑے ایسا ہی روحانی وجود کی یہ ابتدائی حالت یعنی خشوع کی حالت اُس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑ لے۔ یاد رہے کہ جب خدا تعالیٰ کا فیضان بغیر توسّط کسی عمل کے ہو تو وہ رحمانیت کی صفت سے ہوتا ہے جیسا کہ جو کچھ خدا نے زمین و آسمان وغیرہ انسان کے لیے بنائے یا خود انسان کو بنایا یہ سب فیضِ رحمانیت سے ظہور میں آیا لیکن جب کوئی فیض کسی عمل اور عبادت اور مجاہدہ اور ریاضت کے عوض میں ہو تو وہ رحیمیت کا فیض کہلاتا ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)



فرمودات
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’آجکل بذریعہ خطوط یا بعض ملنے والوں سے سن کر طبیعت بے چین ہو جاتی ہے کہ ہمارے مقاصد کتنے عظیم ہیں اور ہم ذاتی اناؤں کو مسائل کا پہاڑ سمجھ کر کن چھوٹے چھوٹے لغو مسائل میں الجھ کر اپنے گھر کی چھوٹی سی جنت کو جہنم بنا کر جماعتی ترقی میں مثبت کردار ادا کرنے کی بجائے منفی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کو دوبارہ قائم کروں۔‘‘ پس یہ بڑا مقصد ہے جس کے پورا کرنے کی ایک احمدی کو کوشش کرنی چاہیے اور اس کو جستجو رہنی چاہیے اور کوئی احمدی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی اناؤں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتا، ان پاک ہدایتوں پر عمل نہیں کرتا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہیں۔ پس ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہیے، اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے ہوئے تو نہیں ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے لاشعوری طور پر دور تو نہیں چلے گئے؟ اپنی اناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ لڑکے کو بھی لینا ہوگا اور لڑکی کو بھی لینا ہوگا، مرد کو بھی لینا ہوگا، عورت کو بھی لینا ہوگا، دونوں کے سسرال والوں کو بھی لینا ہوگا کیونکہ شکایت کبھی لڑکے کی طرف سے آتی ہے، کبھی لڑکی کی طرف سے آتی ہے۔ کبھی لڑکے والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں، کبھی لڑکی والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں لیکن اکثر زیادتی لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں میں نے گذشتہ دنوں امیر صاحب کو کہا کہ جو اتنے زیادہ معاملات آپس کی ناچاقیوں کے آنے لگ گئے ہیں اس بارے میں جائزہ لیں کہ لڑکے کس حد تک قصوروار ہیں، لڑکیاں کس حد تک قصوروار ہیں اور دونوں طرف کے والدین کس حد تک مسائل کو الجھانے کے ذمہ دار ہیں۔ تو جائزے کے مطابق اگر ایک معاملے میں لڑکی کا قصور ہے تو تقریباً تین معاملات میں لڑکا قصوروار ہے، یعنی زیادہ مسائل لڑکوں کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں اور تقریباً 30 – 40 فیصد معاملات کو دونوں طرف کے سسرال بگاڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی لڑکی کے ماں باپ کم ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ... اسلامی نکاح کی یا اس بندھن کے اعلان کی یہ حکمت ہے کہ مرد و عورت، جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میاں اور بیوی کے رشتے میں پروئے جا رہے ہوتے ہیں، نکاح کے وقت یہ عہد کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان ارشاداتِ الٰہی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے سامنے پڑھے گئے ہیں۔ ان آیاتِ قرآنی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے نکاح کے وقت اس لیے تلاوت کی گئیں تا کہ ہم ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور ان میں سے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ تقویٰ پر قدم مارو، تقویٰ اختیار کرو۔ تو نکاح کے وقت اس نصیحت کے تحت ایجاب و قبول کر رہے ہوتے ہیں، نکاح کی منظوری دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان پر عمل کریں گے۔ کیونکہ اگر حقیقت میں تمہارے اندر تمہارے اس رب کا، اس پیارے رب کا پیار اور خوف رہے گا جس نے پیدائش کے وقت سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے تمہاری تمام ضرورتوں کا خیال رکھا ہے، تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے تو تم ہمیشہ وہ کام کرو گے جو اس کی رضا کے کام ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر ان انعامات کے وارث ٹھہرو گے۔

میاں بیوی جب ایک عہد کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھ گئے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا عہد کیا تو پھر یہ دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ان رشتوں میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لیے پھر ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔ یاد رکھیں کہ جب خود ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھ رہے ہوں گے، عزیزوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھ رہے ہوں گے، ان کی عزت کر رہے ہوں گے، ان کو عزت دے رہے ہوں گے تو رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لیے پھونکیں مارنے والوں کے حملے ہمیشہ ناکام رہیں گے کیونکہ باہر سے ماحول کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ کی بنیاد کیونکہ تقویٰ پر ہو گی اور تقویٰ پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ شیطانی وساوس کے حملوں سے بچاتا رہتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر نومبر ۲۰۰۶ء)



قادیان دارالامان اور
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی پہلی زیارت

(بشیر احمد رفیق خان)

دسمبر 1944ء میں حضرت والد صاحب نے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کا ارادہ کیا تو برادرم نذیر احمد اور مجھے بھی ساتھ لیا۔ ہم پشاور کے ریلوے اسٹیشن سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ ریل کے جس ڈبہ میں ہم سوار ہوئے وہ احمدیوں کے لیے ریزرو تھا۔ گاڑی روانہ ہوتے ہی سب نے لمبی اجتماعی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، سب رو رہے تھے اور سسکیوں اور آہوں کے ساتھ آہ و زاری میں مصروف تھے۔ مجھ پر اس کا بے حد اثر ہوا۔ دعا ختم ہوئی تو چند نوجوان احمدیوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ ہمارے ڈبے میں ایک دوست میاں محمد یوسف صاحب صراف سارا رستہ جوش و خروش سے درثمین سے نظمیں پڑھتے رہے۔ علی الصبح ہم لاہور پہنچے۔ یہاں سے امرتسر کے لیے گاڑی بدلی۔ امرتسر میں قادیان کے لیے ٹرین تیار کھڑی تھی۔ اس میں سوار ہوگئے۔ یہ گاڑی تمام کی تمام احمدیوں سے بھری ہوئی تھی۔ صرف چند سکھ حضرات کسی کسی ڈبہ میں نظر آتے تھے۔ گاڑی روانہ ہوئی تو فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ پھر اجتماعی دعا ہوئی۔ یہاں بھی احمدیوں کی آہ و زاری نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ قریباً سارا راستہ گاڑی احمدیوں کے نعروں سے گونجتی رہی۔ شام کو ہم قادیان پہنچے جہاں درجنوں کی تعداد میں خدام ہماری خدمت کے لیے موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں ہماری قیام گاہ پر پہنچا دیا۔

اگلے دن صبح نماز فجر سے فارغ ہو کر ہم ایک ریسٹورنٹ میں گئے جس میں ایک لمبی میز بچھی ہوئی تھی جس پر کیک، پیسٹریاں، سموسے اور دوسری کھانے کی اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ ایک ملازم چائے کی کیتلی اٹھائے سب کی پیالیاں چائے سے بھرتا جاتا تھا۔ ہم نے خوب ناشتہ کیا اور باہر آ کر ریسٹورینٹ کے مالک کو بتایا کہ ہم نے کیا کھایا پیا ہے۔ اُس نے اس کے دام بتائے جو ہم نے ادا کردیے۔ مجھے اس بات کی بے حد حیرت ہوئی کہ صرف ہمارے کہنے پر اُس نے اعتبار کر لیا۔ سبھی گاہکوں کا یہی طریق تھا۔ دیانت کا یہ نظارہ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا تھا اور آج تک میرے دل پر اُس وقت کے قادیان کی دیانت و امانت کا یہ منظر نقش ہے۔ یہ وہ انقلاب تھا جو احمدیت نے برپا کیا تھا۔

قادیان کا ماحول دنیا و مافیہا سے بالکل جدا تھا۔ ہر طرف السلام علیکم کی آوازیں استقبال کرتی تھیں۔ اگلے دن والد صاحب نے ہمیں (یعنی برادرم نذیر احمد کو اور مجھے) فرمایا کہ آج شام صوبہ سرحد کی جماعتوں کی حضورؓ سے ملاقات ہے اس لیے تم دونوں صاف ستھرے کپڑے پہنو۔ ہم شام کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ مَیں نے اس وقت تک حضورؓ کو نہیں دیکھا تھا۔ حضورؓ کی تصاویر البتہ دیکھ چکا تھا۔ شام کو ہم قصر خلافت جا پہنچے۔ ہمیں ایک کمرے میں بٹھایا گیا۔ اس دوران میاں محمد یوسف صاحب صراف پشاور خوش الحانی سے درثمین اور کلام محمود سے اشعار پڑھ رہے تھے۔ ہم سب اس بات کے شدت سے منتظر تھے کہ دروازہ کھلے اور ہم اپنے پیارے محبوب آقا کی زیارت کر سکیں۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ امیر جماعت ہائے صوبہ سرحد بھی موجود تھے۔ آپ میرے خالو تھے۔ صوبہ سرحد کے ہر احمدی کو جانتے پہچانتے تھے۔ حضورؓ تشریف لائے تو حضرت قاضی صاحبؓ نے سب سے پہلے حضورؓ سے ملاقات کی اور حضورؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ لوگوں نے حضورؓ سے باری باری مصافحہ شروع کیا تو حضرت قاضی صاحبؓ ہر ایک کا تعارف کراتے جاتے تھے۔

میں نے جونہی حضور انورؓ کا پرنور چہرہ دیکھا، میں مبہوت ہو کر رہ گیا۔ حضورؓ کا چہرہ اتنا منور اور خوبصورت تھا کہ دل چاہتا تھا بس دیکھتا ہی چلا جاؤں۔ سارا ماحول نورانی اور دلکش تھا۔ حضورؓ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ نصف جسم کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔ ایک ایک کر کے عقیدت مند آگے بڑھتے تھے، السلام علیکم کہتے تھے، مصافحہ کرتے وقت حضورؓ کے دستِ مبارک کو چومتے اور پھر انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ آگے بڑھتے۔ میں بھی اپنی باری پر آگے بڑھا۔ حضورؓ نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ میں نے مصافحہ کر کے دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضورؓ کے ہاتھ کے لمس نے میرے اندر ایک عجیب سی برقی لہر دوڑا دی اور میرے جسم پر کپکپی سی طاری ہوگئی۔ میری عمر اس وقت بمشکل 13 سال کی تھی۔ مَیں روحانیت کے کوچہ سے بالکل نابلد تھا لیکن حضور اقدسؓ کی محبت اور آپ سے گہری وابستگی کا آغاز اسی دن سے ہوگیا اور مَیں دل و جان سے حضورؓ پر فریفتہ ہوگیا۔ ملاقات سے فارغ ہو کر واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو ہر کسی کی زبان پر حضورؓ سے ملاقات کا تذکرہ تھا۔ ہر کوئی نازاں اور شاداں تھا کہ اسے پیارے آقا کے ہاتھ چومنے کا موقع مل گیا۔

جلسہ سالانہ کی تقاریر تو مجھے یاد نہیں۔ البتہ حضور اقدسؓ کی تقاریر کو سارا وقت سنا اگرچہ ایک لفظ بھی سمجھ میں نہ آیا کیونکہ مَیں اُن دنوں اردو زبان سے بالکل نابلد تھا۔ سوائے پشتو زبان کے اَور کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ جلسہ کے دنوں میں قادیان کی رونقیں قابلِ دید تھیں۔ بازار سجے سجائے اور عوام سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ مساجد میں نمازوں کے اوقات میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ نمازوں میں سوز و گداز اور آہ و زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ گویا رونے دھونے سے ایک حشر بپا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر یہ لوگ کیوں اس قدر آنسو بہاتے ہیں۔ بہرکیف یہ مناظر میرے دل پر ایک نقش چھوڑ رہے تھے اور میری زندگی کے مستقبل کے خدوخال آہستہ آہستہ بن رہے تھے۔

جلسہ کے اختتام پر جب ہم واپس روانہ ہوئے تو ریل گاڑی میں بیٹھے بیٹھے میرے والد صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ قادیان کیسا لگا؟ میں نے عرض کیا کہ بے حد اچھا اور خوبصورت۔ فرمانے لگے: یہاں اگر تمہیں سکول میں داخل کروادوں تو کیسا رہے گا؟ مَیں نے بڑی خوشی سے سکول میں داخل ہونے کی درخواست کردی۔ چنانچہ اگلے سال یعنی اپریل 1945ء میں میرے ماموں عبدالسلام خان صاحب میرے والد صاحب کے ارشاد پر مجھے قادیان لے گئے اور تعلیم الاسلام سکول میں داخل کروا دیا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

اطاعتِ امام... تاوقتِ مرگ

اطاعتِ رسول کیا ہے؟ خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیک کہنا

(محمود احمد ملک)

یہ خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایک ایسے نظام میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے زیر سایہ دنیا کے کناروں تک وسعت اختیار کر چکا ہے۔ ہر قوم اور ہر ملّت سے تعلق رکھنے والے جاں نثار، خلافت کے ایک اشارے پر عمل کرنا سعادت خیال کرتے ہیں۔ اس کا متأثرکُن اظہار اُس وقت دیکھنے میں آتا ہے جب بارگاہ خلافت کی طرف سے کسی تحریک کا اعلان ہوتا ہے تو مومنین کی جماعت اس تحریک پر لبّیک کہتے ہوئے ہمیشہ اپنے آقا کی توقعات سے کہیں بڑھ کر قربانیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔ پس نظامِ خلافت عطا ہونے پر جہاں ہمیں خدا تعالیٰ کا شکرگزار ہونا چاہیے وہاں اس عظیم ذمہ داری کے حقوق ادا کرنے کے لیے بھی اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت کے حوالے سے سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

’’اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس جب بھی خلافت ہوگی اطاعت رسول بھی ہوگی کیونکہ اطاعت رسول یہ نہیں کہ نماز پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو۔ یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعت رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کردیں اور جب وہ کہے کہ اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہے تو وہ زکوٰۃ اور چندوں پر زور دینا شروع کردیں اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو قربان کرنے کی ضرورت، تو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے (چھوڑنے) کے لیے کھڑے ہوجائیں۔‘‘ (تفسیر کبیر۔ سورۃ نور صفحہ 369)

حضرت مسیح موعودؑ اطاعت کے عظیم الشان فوائد یوں بیان فرماتے ہیں:

’’اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور رُوح میں ایک لذّت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔‘‘ (الحکم 10 فروری 1901ء)

قرآن کریم میں آیت استخلاف میں خلافت کی عظیم الشان اہمیت و برکات کا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ برکات تب تک جماعت مومنین کو حاصل ہوتی رہیں گی جب تک وہ خلافت کی اطاعت کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں گے۔ بصورتِ دیگر فاسق اور بدعہد قرار دیے جا کر تمام تر برکات سے محروم کردیے جائیں گے۔ چنانچہ آیت استخلاف سے پہلے والی آیت میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

خلافت کی بے مثال اطاعت کے واقعات قرون اولیٰ میں جب تک نظر آتے رہے تب تک خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید اور نصرت بھی مومنین کی جماعت کے شامل حال رہی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ شام کے علاقہ میں مسلم افواج کے کمانڈر انچیف تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد بعض مصالح کی وجہ سے آپؓ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن الجرّاحؓ کو کمانڈر انچیف مقرر فرمادیا۔ جب یہ اطلاع خالد بن ولیدؓ کو ملی تو آپ نے اطاعتِ خلافت کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہوئے خود لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ خلیفۃ الرسول کی طرف سے ابوعبیدہ بن الجرّاح (امین الامّت) سپہ سالار مقرر ہوئے ہیں ان کی اطاعت کرو۔ آپؓ خود چل کر ابوعبیدہ کے پاس گئے اور انہیں سپہ سالاری سونپ دی۔ عسکری تاریخ میں شاذ ہی ایسی مثال ملے گی لیکن یہ سب خلافت کی اطاعت کے سبب ممکن ہوا کیونکہ صحابہ جانتے تھے کہ ساری کامیابیوں کا دارومدار اطاعتِ خلافت میں ہے۔

حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں بعض امور میں باہم اختلاف دیکھ کر روم کے بادشاہ نے اسلامی مملکت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو امیر معاویہؓ نے اُسے لکھا کہ ہوشیار رہنا! ہمارے آپس کے اختلاف سے دھوکا نہ کھانا۔ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو پہلا جرنیل تمہارے مقابلہ کے لیے نکلے گا وہ مَیں ہوں گا۔

ایسے بے شمار واقعات تاریخ میں زرّیں روشنائی میں رقم ہیں اور انہی واقعات کا تسلسل ہی گویا آج کے زمانہ میں سیّدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے مہدی موعود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک بار پھر جاری ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھی ایسے خدام عطا فرمائے کہ اطاعت و وفا ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ آپؑ حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

’’وہ ہر امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکتِ قلب کی پیروی کرتی ہے۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں اطاعت کی حقیقی روح قائم کرنے کے لیے متعدد مواقع پر ارشادات فرمائے ہیں۔ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا:

’’یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اگر اختلافِ رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سِرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10رفروری 1901ء)

گویا حضور علیہ السلام نے احمدیوں سے اطاعتِ امام اور فرمانبرداری کے جس معیار کی توقع فرمائی ہے اس میں حقیقی وحدت کا راز پنہاں ہے۔ یعنی ’’اگر اختلافِ رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے۔‘‘ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ یہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اطاعت ہے اور اولوالامر میں نظام جماعت کا ہر شخص شامل ہے۔ ایک احمدی بھی جو عہدیدار نہیں ہے اور وہ جو عہدیدار ہے۔ ہر عہدیدار اپنے سے بالا عہدیدار کی اطاعت کرے۔ ہر احمدی ہر عہدیدار کی اطاعت کرے۔ پس یہ اطاعت کے معیار ہیں جو ایک احمدی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اسی سے توحید کا قیام ہونا ہے۔ سب سے پہلے اس کے لیے عہدیدار یا کوئی بھی شخص جس کے سپرد کوئی بھی خدمت کی گئی ہے اپنا جائزہ لے اور اطاعت کے نمونے قائم کرے کیونکہ جب تک کام کرنے والوں میں اطاعت کے اعلیٰ معیار پیدا کرنے کی روح پیدا نہیں ہوگی، افراد جماعت میں وہ روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس ہر لیول پر جو عہدیدار ہیں چاہے وہ مقامی عاملہ کے ممبر یا صدر جماعت ہیں، ریجنل امیر ہیں یا مرکزی عاملہ کے ممبر یا امیر جماعت ہیں اپنی سوچ کو اس سطح پر لائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی ہے کہ اپنی، اپنے نفس کی خواہشات کو، اناؤں کو ذبح کریں۔ اور جب یہ مقام حاصل ہوگا تو پھر دل اللہ تعالیٰ کے نور سے بھر جائے گا اور روح کو حقیقی خوشی اور لذّت حاصل ہوگی۔ ایسا مومن جو کام بھی کرے گا وہ یہ سوچ کر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اور یہی ایک مومن کا مقصد ہونا چاہیے۔ پس جہاں جماعتی عہدیداران یہ روح اپنے قول وفعل سے جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کریں وہاں مربیان اور مبلغین کا بھی کام ہے کہ اپنے قول وفعل کے اعلیٰ نمونے قائم کرتے ہوئے جماعت کی اس نہج پر تربیت کریں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہتے ہیں۔ ہر سطح پر، ہر عہدیدار اپنے سے بالا عہدیدار کی اطاعت کرے۔ احباب جماعت اپنے عہدیداران کی اطاعت کریں اور سب مل کر خلافت سے سچے تعلق اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 9رجون 2006ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں دسویں شرط یہ بیان فرمائی ہے: ’’یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔‘‘ (اشتہار تکمیل تبلیغ 12رجنوری 1889ء)

سیّدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ اس نظام میں شامل ہو کر محبت اور بھائی چارے کا ایک رشتہ مجھ سے قائم کر رہے ہو، یہ تم اقرار کر رہے ہو کہ چونکہ آنے والے مسیح کو ماننے کا خدا اور رسول کا حکم ہے اس لیے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کر رہا ہوں۔ گویا اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اسلام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لیے رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ اس لیے یہ تعلق اس اقرار کے ساتھ کامیاب اور پائیدار ہو سکتا ہے جب معروف باتوں میں اطاعت کا عہد بھی کرو اور پھر اس عہد کو مرتے دم تک نبھاؤ۔ اور پھر یہ خیال بھی رکھو کہ یہ تعلق یہیں ٹھہر نہ جائے بلکہ اس میں ہر روز پہلے سے بڑھ کر مضبوطی آنی چاہیے اور اس میں اس قدر مضبوطی ہو اور اس کے معیار اتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پر تمام دنیاوی رشتے، تعلق، دوستیاں ہیچ ثابت ہوں۔ ایسا بے مثال اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کے مقابل پر تمام تعلق اور رشتے بے مقصد نظر آئیں۔ چونکہ یہ خیال دل میں پیدا ہو سکتا ہے کہ رشتہ داریوں میں کبھی کچھ لو اور کچھ دو، کبھی مانو اور کبھی منواؤ کا اصول بھی چل جاتا ہے۔ تو یہاں یہ واضح ہو کہ واضح طور پر یہ ارشاد بھی فرمایا تمہارا یہ تعلق غلامانہ اور خادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہونا چاہیے۔ تم نے یہ اطاعت بغیر چون و چرا کے کرنی ہے۔ کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ کہنے لگ جاؤ کہ یہ کام ابھی نہیں ہو سکتا، یا ابھی نہیں کر سکتا۔ جب تم بیعت میں شامل ہو گئے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہو گئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے، ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔ اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لیے خلیفۂ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔ لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اور نوکر کا کام تو مجبوری ہے، خدمت کرنا ہی ہے۔ خادم کبھی کبھی بڑبڑا بھی لیتے ہیں۔ اس لیے ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ کی خاطر اخوت کا رشتہ بھی ہے اور اللہ کی خاطر اطاعت کا اقرار بھی ہے اور اس وجہ سے قربانی کا عہد بھی ہے۔ تو قربانی کا ثواب بھی اس وقت ملتا ہے جب انسان خوشی سے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 26رستمبر 2003ء)

ہم جانتے ہیں کہ آج ہم نے خلیفہ وقت کی بیعت کر کے اپنے اسی عہد کو دہرایا ہے جو شرائط بیعت میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے شامل فرمایا ہے۔ پس اطاعت کے ضمن میں یہ ایک نکتہ ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ امام کی غیر مشروط اور صدقِ دل کے ساتھ اطاعت کرنی لازمی ہے۔ کیونکہ یہی واحد صورت ہے جس کے نتیجے میں جماعت کی یکجہتی اور اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ حتّٰی کہ اگر نماز میں امام کوئی غلطی کر بیٹھے تب بھی سوائے سبحان اللہ کہنے کے کسی کو نکتہ چینی کرنے یا ذاتی طور پر اپنی علیحدہ درست نماز ادا کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا بلکہ لازمی طور پر ہر مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا میں وہی غلطی دہرانا ہوگی۔ امر واقعی یہ ہے کہ اس حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کے نتیجے میں ہی وہ برکات حاصل ہو سکتی ہیں جو جماعت سے وابستہ ہیں۔ پس اگر کوئی بھی فرد مبیّنہ طور پر خود کو صحیح گردانتے

ہوئے امام کی اطاعت سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو نہ صرف اس جماعت کے اتحاد اور یکجہتی کو نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے بلکہ اُس فردِ واحد کی عبادت اور نماز کی اہمیت بھی باقی نہیں رہتی۔ گویا اطاعت کے بغیر اُس کی ساری عبادت محض لاحاصل مشقّت بن کر رہ جائے گی۔

پس غور طلب بات ہے کہ اسلام میں جب کہ ایک وقتی طور پر بنائے جانے والے امام الصلوٰۃ کی اطاعت کو اس حد تک لازمی قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ نماز میں کوئی غلطی کرتا ہے تو مقتدیوں کو بھی وہ غلطی دہرانے کا حکم ہے تو پھر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام وقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (جن کے ہاتھ پر ہم سب نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کے نمائندے کی حیثیت سے بیعت کی ہوئی ہے) کی بہ دل و جان اطاعت اور فرمانبرداری کرنا کس قدر ضروری ہے اور اس سے روگردانی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دُنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔۔۔ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2003ء)

خدا تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی اطاعت کے نتیجے میں ہی افراد جماعت کو نہایت اعلیٰ روحانی مدارج اور دنیاوی اعزازات سے نوازا۔ محض چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے روحانی اور علمی مقام کا غیروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ خلافت اولیٰ کے زمانہ میں مَیں نے دیکھا کہ جو ادب و احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اَور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں جاتے تو دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ اور جتنا وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اسی طرح دوزانو ہی بیٹھے رہتے۔ مَیں نے یہ بات کسی اَور صاحب میں نہیں دیکھی۔ اسی طرح آپ ہر امر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اطاعتِ خلافت کا سرٹیفکیٹ تو خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بایں الفاظ عطا فرمایا: ''میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔۔۔مَیں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار ہے کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں۔''

(اخبار بدر 4 جولائی 1912ء)

انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی خلافت احمدیہ کی پاکیزہ خواہشات اور ارشادات کے سامنے کامل وفا کے ساتھ سرِ تسلیم ختم کرنے کی جو مثالیں آج احمدیوں نے قائم کی ہیں وہ سوائے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے کہیں اَور نظر نہیں آتیں۔ تقسیم ہند کے خوفناک حالات میں مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کی خاطر وقف ہو جانے والے سینکڑوں درویشان کرام نے خلافت کی اطاعت میں لمبا عرصہ محاصرے اور بائیکاٹ کی زندگی گزاری۔ اُن کا ہر روز اُن کے لیے نئی زندگی کا پیغام اور نئی قربانیوں کا پیش خیمہ ہوتا تھا۔ اطاعتِ خلافت کے ان مجسّموں کی عظیم قربانیوں کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''آپ لوگ وہ ہیں جو ہزارہا سال تک احمدیت کی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں ملتا۔''

(اخبار بدر 4 جولائی 1912ء)

حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم 1977ء سے 2007ء تک ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اپنے جلیل القدر باپ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کی جدائی بھی برداشت کی لیکن خلافت کی محبت میں قادیان میں رہنے کا عہد خوب خوب نبھایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جاسکتے تھے۔ خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضورؒ کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر اپنی اہلیہ اور ایک بیٹی کے پاس لائے کہ اس کو پڑھ کر اس پر دستخط کردو۔ اس میں بغیر نام کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ تو بیٹی نے اس پر کہا کہ ابا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا۔ ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007ء)

سیّدنا مصلح موعودؓ کی آواز پر سینکڑوں ہزاروں احمدیوں نے بلاتوقّف لبّیک کہنے کی سعادت اُس دَور میں بھی حاصل کی جب 1923ء میں ملکانہ کے علاقے میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شدّھی نے زور پکڑا۔ امّت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کا دل بے قرار ہوا اور آپؓ نے خطبہ جمعہ میں اپنے خرچ پر ان علاقوں میں جا کر تبلیغ کے ذریعے ان مرتدین کو اسلام میں لانے کا منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا۔ آپؓ نے فرمایا:

''ہر ایک کو اپنا کام آپ کرنا ہوگا۔ اگر کھانا آپ پکانا پڑے گا تو پکائیں گے۔ اگر جنگل میں سونا پڑے گا تو سوئیں گے۔ جو اس محنت اور مشقت کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں وہ آئیں۔ ان کو اپنی عزّت اپنے خیالات قربان کرنے پڑیں گے۔ ایسے لوگوں کی محنت باطل نہیں جائے گی۔ ننگے پیر چلیں گے۔ جنگلوں میں سوئیں گے۔ خُدا ان کی اس محنت کو جو اخلاص سے کی جائے گی ضائع نہیں کرے گا۔ اس طرح جنگلوں میں ننگے پاؤں پھرنے سے ان کے پاؤں میں جو سختی پیدا ہو جائے گی وہ حشر کے دن جب پل صراط سے گزرنا ہوگا ان کے کام آئے گی۔ مرنے کے بعد ان کو جو مقام ملے گا وہ راحت اور آرام کا مقام ہوگا۔''

(الفضل 15 مارچ 1923ء صفحہ 6)

اس تحریک پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، سرکاری ملازمین، اساتذہ، تُجّار غرضیکہ ہر طبقے سے فدائی دعوت الی اللہ کے لیے نکل آئے اور ان کی مساعی کے نتیجہ میں ہزاروں روحیں ایک بار پھر خدائے واحد کا کلمہ پڑھ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں جھک گئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے خطبہ جمعہ سے اگلے روز جب حضورؓ مجلس میں تشریف رکھتے تھے تو ایک معمر بزرگ قاری نعیم الدین صاحب بنگالی نے اجازت لے کر عرض کیا کہ گو میرے

بیٹوں مولوی ظلّ الرحمٰن اور مطیع الرحمٰن معلّم بی اے کلاس نے مجھ سے کہا نہیں، مگر مَیں نے اندازہ کیا ہے کہ حضور نے جو راجپوتانہ میں جا کر تبلیغ کرنے کے لیے تحریک کی ہے، شاید ان کے دل میں ہو کہ اگر وہ حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں گے تو مجھے، جو اُن کا بوڑھا باپ ہوں، تکلیف ہوگی۔ لیکن مَیں حضور کے سامنے خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے ان کے جانے اور تکالیف اٹھانے میں ذرا بھی غم یا رنج نہیں۔ اور اگر یہ دونوں خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے مارے بھی جائیں تو مَیں ایک بھی آنسو نہیں گراؤں گا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا۔ پھر یہی دونوں نہیں میرا تیسرا بیٹا محبوب الرحمٰن بھی اگر خدمت اسلام کرتا ہوا مارا جائے اور اگر میرے دس بیٹے ہوں اور وہ بھی مارے جائیں تو بھی مَیں کوئی غم نہیں کروں گا۔ . . اس پر حضورؓ نے اور احباب نے جزاک اللہ کہا۔

تحریک شدّھی کے دنوں ہی میں ایک احمدی خاتون نے حضورؓ کو لکھا کہ مَیں صرف قرآن مجید جانتی ہوں اور تھوڑا سا اُردو۔ مَیں نے اپنے بیٹے سے سُنا ہے کہ مسلمان مرتد ہو رہے ہیں اور حضور نے وہاں جانے کا حکم دے دیا ہے۔ مجھے ابھی اگر حکم ہو تو فورًا تیار ہو جاؤں۔ بالکل دیر نہ کروں گی۔ خدا کی قسم اُٹھا کر کہتی ہوں ہر تکلیف اُٹھانے کو تیار ہوں۔

ایک غریب عورت جس کا گزارا جماعتی وظیفہ پر تھا حضور کے سامنے حاضر ہو کر یوں گویا ہوئی: حضور! سر کا جو دوپٹہ ہے یہ بھی جماعت کا ہے، میرے کپڑے بھی جماعت کے وظیفے کے بنے ہوئے ہیں۔ میری جوتی بھی جماعت کی دی ہوئی ہے۔ کچھ بھی میرا نہیں مَیں کیا پیش کروں۔ حضور صرف دو روپے ہیں جو جماعت کے وظیفے سے ہی مَیں نے کسی ضرورت کے لیے جمع کیے ہوئے تھے یہ مَیں پیش کرتی ہوں۔

حضورؓ نے یہ معمولی رقم قبول فرمائی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ خلافت کے متوالوں نے شدّھی کے رُخ کو اللہ کے فضل و کرم سے پلٹا اور آج بھی اس دَور کی مخلص جماعتیں قائم ہیں۔

خلافت کی اطاعت میں جذبات کی عظیم الشان قربانی کا ایک قابل تقلید واقعہ یوں ہے کہ پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم سر فیروز خان نون کے رشتہ دار ملک صاحب خان نون مخلص احمدی تھے۔ کسی سبب سے وہ اپنے دو بھائیوں یعنی سر فیروز خان اور میجر ملک سردار خان سے ناراض ہو گئے اور تعلق منقطع کر لیے۔ سارے خاندان پر ملک صاحب خان کا رعب تھا۔ اس لیے اُن سے تو کوئی بات نہ کر سکا۔ البتہ سر فیروز خان نون حضرت مصلح موعودؓ کے پاس حاضر ہوئے کہ ہماری صلح کروائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ملک صاحب خان نون کو طلب کیا اور فرمایا: ''اتنی رنجش اور ناراضگی بہت نامناسب ہے۔ آپ پہلے سر فیروز خان صاحب کے پاس جا کر معذرت کریں اور پھر اپنے چھوٹے بھائی میجر سردار خان صاحب سے معافی مانگیں اور پھر آج ہی مجھے رپورٹ دیں۔''

ملک صاحب خان بیان کرتے ہیں کہ حضور کے اس حکم سے میرے دل میں انقباض پیدا ہوا کہ حضور نے ناراضگی کی وجہ دریافت فرمائے بغیر چھوٹے بھائیوں کے سامنے مجھے جھکنے کا حکم دے دیا۔ تاہم میری مجال نہ تھی کہ تعمیلِ ارشاد میں تاخیر کرتا۔ چنانچہ پہلے سر فیروز خان صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا۔ وہ بڑی محبت سے میری طرف لپکے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے مَیں قربان جاؤں مرزا محمود پر جنہوں نے ہمارے خاندان پر یہ احسانِ عظیم کیا۔ جب مَیں نے ان سے معافی مانگی تو کہنے لگے آپ میرے عزیز ترین بڑے بھائی ہیں آپ مجھے خدا کے لیے معاف کر دیں . . . پھر مَیں جلد ہی ان سے بمشکل اجازت لے کر میجر صاحب کے ہاں پہنچا وہ بھی خوشی اور ممنونیت کے جذبات سے مغلوب تھے۔ اُن کے اصرار پر بھی وہاں نہ رُکا کیونکہ حضور نے رپورٹ دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ چنانچہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سُنایا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: آپ کے لیے میرا یہ حکم دل پسند تو شاید نہ ہوا ہوگا کہ کسی قسم کی تحقیقات کرنے یا ناراضگی کی وجہ معلوم کیے بغیر ہی آپ کو حکم دے دیا کہ جاؤ اپنی عمر سے چھوٹے بھائیوں سے معافی مانگو۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ سر فیروز خان اور میجر سردار خان کے ساتھ تو میرے معاشرتی تعلقات ہی ہیں۔ وہ میرے حکم کے پابند تو نہیں، مگر آپ پابند ہیں۔ پھر حدیث ہے کہ جو اپنے رُوٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے گا وہ پانچ سو سال پہلے جنّت میں جائے گا۔ یہ استعارہ کا کلام ہے مگر بہر حال اس حدیث کی رُو سے آپ ایک ہزار سال پہلے جنّت میں جائیں گے۔ پھر سوچ لیں کہ یہ کس قدر منافع کا سودا ہے۔

دراصل اطاعت ایک ایسا حکم یا عمل ہے جس کے بغیر کوئی نظام چل نہیں سکتا، کوئی پروگرام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ یہ روح جماعت احمدیہ کے ہر فرد میں بدرجۂ اولیٰ نظر آتی ہے جس سے غیر بھی اتنے متأثر ہوئے کہ چوٹی کے مخالفین نے بھی بار ہا اس کا اقرار کیا۔ مثلاً مولوی ظفر علی خاں صاحب کہتے ہیں:

''احرار یو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔''

(ایک خوفناک سازش، مصنّفہ مظہر علی اظہر۔ صفحہ 196)

حضرت مہاشہ محمد عمر صاحب مرحوم (سابق یوگندر پال) جب ہندو مذہب ترک کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آ گئے تو غیر معمولی علمی اور روحانی ترقی کی اور اپنی بقیہ زندگی ایک مبلغ کی حیثیت سے اشاعتِ اسلام کرتے ہوئے بسر کر دی۔ خلافت سے محبت اور اس کی اطاعت آپ کا طرّہ امتیاز تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے واقعات کو قلم بند کرتے ہوئے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی خلیفۂ وقت کے ارشاد پر کسی نے لبّیک کہا تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ناموافق حالات میں بھی غلامانِ احمدیت کی حفاظت، تائید اور نصرت کے سامان پیدا فرما دیے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ شدّھی تحریک کے دوران ایک دن ہمارا وفد نگر یا جواہر پہنچا جہاں کے تمام مسلمان مُرتد ہو گئے تھے۔ گاؤں والوں نے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں ورنہ جبراً نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم وہاں سے رات گیارہ بجے کے قریب نکلے۔ راستہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے تھا۔ رات اندھیری تھی جس کی وجہ سے کافی دِقّت ہوتی تھی۔ چوہدری وزیر محمد صاحب آگے آگے چلتے اور پھر کھڑے ہو کر آواز دیتے کہ آ جاؤ راستہ ٹھیک ہے تو ہم سب آگے چل دیتے۔ ایک مقام پر راستہ

نہایت خطرناک تھا کیونکہ وہاں پر ایک نالہ گنگا میں آکر گرتا تھا۔ اسی اثنا میں دریائے گنگا سے ایک چراغ نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے اونچے منارے کے برابر ہو گیا اور ہمارے بالکل قریب آگیا جس کی وجہ سے ہم نے وہ خطرناک راستہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ مَیں چونکہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا اس لیے مَیں ڈر کر میاں محمد یامین صاحب مرحوم کے ساتھ چمٹ گیا کہ شاید کوئی بھوت چڑیل نہ ہو۔ میری گھبراہٹ کو دیکھ کر انہوں نے کہا: ''میاں! فکر نہ کرو یہ خدائی آگ ہے جو تمہاری راہنمائی کے لیے خدا تعالیٰ نے بھیجی ہے۔'' یہ پہلا نشان تھا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقتِ اسلام کا دکھایا۔

بنگال میں تعیناتی کے دوران ایک بار جب محترم مہاشہ محمد عمر صاحب رخصت پر ربوہ آئے ہوئے تھے تو آدھی رات کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے پیغام آیا کہ آپ کو حضورؓ نے بلایا ہے۔ آپ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضورؓ نے فرمایا کہ خبر ملی ہے کہ مودودی صاحب مشرقی پاکستان کے دورہ پر جا رہے ہیں اس لیے آپ فوری طور پر ڈھاکہ چلے جائیں اور اُن کے دورہ کے اثرات زائل کرنے کی کوشش کریں۔ حضورؓ نے دوسو روپے سے کچھ زاید ہوائی جہاز کے کرایہ کے لیے بھی دیے۔ آپ نے گھر آکر فوری طور پر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ صبح تین چار بجے بذریعہ بس لاہور پہنچے اور وہاں سے بذریعہ جہاز ڈھاکہ پہنچ گئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ڈھاکہ کے احمدیہ مرکز کے قریب ہی ایک کھلے میدان میں مودودی صاحب کا پہلا جلسہ تھا۔ جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ جمع تھے۔ جب مَیں نے یہ نظارہ دیکھا تو واپس مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں سر رکھ دیا اور دعا کی کہ اے مولا کریم! تیرے خلیفہ نے تو مجھے اس دورہ کے اثرات زائل کرنے کے لیے یہاں بھجوایا ہے اور میرے بس سے تو یہ بات باہر ہے۔ مَیں ابھی سجدہ میں ہی تھا کہ میرے معاون دوست بھاگتے ہوئے آئے اور بتایا کہ جلسے میں فساد ہو گیا ہے۔ جب ہم جلسہ گاہ میں پہنچے تو لوگ ''شالہ مودودی شالہ مودودی'' کے نعرے لگا رہے تھے اور اپنی دھوتیاں اٹھا اٹھا کر سٹیج کے سامنے ناچ رہے تھے۔ حتیٰ کہ مودودی صاحب کو جوتیوں کا ہار پہنایا گیا۔ پولیس نے مودودی صاحب کو ان کی حفاظت کے پیشِ نظر اپنے حلقہ میں لے لیا اور جلسہ بند کروادیا۔ اُن کا دوسرا جلسہ چٹاگانگ میں تھا وہاں بھی یہی حشر ہوا۔ بالآخر انتظامیہ نے مودودی صاحب کو کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کی ذمہ داری سے قاصر ہیں۔ آپ براہِ مہربانی بنگال سے تشریف لے جائیں۔ چنانچہ جس مقصد کے لیے حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا وہ بغیر میری کسی کوشش کے اللہ تعالیٰ نے بطریقِ احسن پورا فرما دیا۔ الحمدللہ

حضرت مہاشہ صاحب کو احمدیت اور خلافت کی بہت غیرت تھی اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں نے احمدیت کے لیے بڑی قربانی کی ہے۔ ہر چیز چھوڑ دی۔ اپنا مذہب، ماں باپ، بہن بھائی، اپنا وطن، زمین، جائیداد۔ اگر کل کو تمہاری کسی حرکت کی وجہ سے مجھے تم لوگوں میں اور جماعت میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو تم لوگ جان لو کہ میرا فیصلہ کیا ہوگا اس لیے مجھے اس مقام پر نہ جانے دینا کہ مجھے تم کو چھوڑنا پڑے۔

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ آپ کی ترقیات اور کامیابیوں کا کیا راز ہے تو آپؓ نے بے ساختہ جواباً فرمایا:

"Because through all my life I was obedient to Khilafat."

یعنی میری کامیابیوں کی وجہ یہ ہے کہ میں تمام زندگی خلافت کا مکمل مطیع اور فرمانبردار رہا ہوں۔

دراصل یہی وہ کامیابی کا راز ہے جسے حضرت چودھری صاحب اور لاکھوں دیگر احمدیوں نے ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھا اور اسی پُرحکمت راز کو تمام خلفائے عظام نے بار بار بیان بھی فرمایا تا کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو یہ عظیم الشان ذمہ داری ہمیشہ کے لیے ذہن نشین ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر دیکھو کہ ہر روز ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔'' (خطبہ عیدالفطر جنوری 1903ء۔ خطبات نور صفحہ 131)

اطاعت کا حقیقی مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم، وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء۔ مطبوعہ الفضل 31 جنوری 1936ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دُنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں... ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اُن توقعات کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے عظام نے ہم سے وابستہ کی ہیں۔ اپنی دعاؤں میں ہر احمدی کو مستقلاً یہ دعا بھی شامل کر لینی چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہمیں نظامِ خلافت سے بلند ہونے والی ہر آواز پر تہِ دل سے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ایسی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جن کے نتیجے میں ہم اس دنیا میں اپنی منزل مقصود حاصل کر لیں اور ہمارا انجام بھی ہر لحاظ سے بخیر ہو جائے۔ آمین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور مشرق کے دُم دار ستارے کا نشان

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔ سویڈن)

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ وَیَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ۔ ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ...... (19سورۃ مریم:34,35)

ترجمہ: اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن مجھے جنم دیا گیا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے مبعوث کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم......

متی کی انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش پر مشرق سے جس ستارے (سٹار آف بیت لحم) کے طلوع ہونے کا ذکر ہے، جیسا کہ اسٹرانومی کی سائنس نے ثابت کیا ہے، وہ دراصل ہیلے کومٹ Hally's Comet تھا۔ پھر وہی کومٹ 1835 میں ظاہر ہوا تھا جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا سن ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں دمدار ستاروں کے حوالوں سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی مشابہت ظاہر فرمائی ہے۔

دراصل حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش (25 دسمبر) اور سن پیدائش arbitrary ہیں۔Atlas of the Universe کے مطابق 12 BC میں نکلنے والا کومٹ (comet) دوبارہ 1835 میں ظاہر ہوا

Observed Return of Hally's Comet

Year.	Date of Perihelion
12 BC.	10 Oct
1835 AD.	16 Nov

(Atlas of the Universe by Patrick Moore Page 138)

اس کے ثبوت میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سن پیدائش 12 BC غلط ہے جو کہانی متی کی انجیل باب 2 میں لکھی ہوئی ہے اس کو تصویری زبان میں اٹلی کے ایک مشہور پینٹر Giotto di Bondone نے ظاہر کیا ہے۔ یہ تصویر "وکی پیڈیا" پر موجود ہے۔

Adoration of the Magi by Florentine painter Giotto di Bondone(1267-1337). The Star of Bethlehem is shown as a comet above the child. Giotto witnessed an appearance of Halley's Comet in 1301.

اس کی وضاحت کے لیے متی کی انجیل سے ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم یہ کہتے ہوئے آئے یہودیوں کا جو بادشاہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ یہ سن کر ہیرودیس بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلم کے سب لوگ گھبرا گئے اور اس نے قوم کے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیے۔ انہوں نے اس سے کہا یہودیہ کے بیت لحم میں کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں۔ کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت بنی اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔ اس پر ہیرودیس نے مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر ان سے تحقیق کی کہ وہ ستارہ کس وقت دکھائی دیا تھا۔ اور یہ کہہ کر انہیں بیت لحم کو بھیجا کہ جا کر اس بچے کی بابت ٹھیک ٹھیک دریافت کرو اور جب وہ ملے تو مجھے خبر دو۔ تاکہ میں بھی آ کر اس کو سجدہ کروں۔ وہ بادشاہ کی بات سن کر روانہ ہوئے اور دیکھو جو ستارہ انہوں نے پورب میں دیکھا تھا وہ ان کے آگے آگے چلا یہاں تک کہ اس جگہ کے اوپر جا کر ٹھہر گیا جہاں وہ بچہ تھا۔ وہ ستارے کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اس گھر میں پہنچ کر بچے کو اس کی ماں مریم کے پاس دیکھا اور اس کے آگے گر کر سجدہ کیا اور اپنے ڈبے کھول کر سونا اور لبان اور مر اس کو نذر کیا اور ہیرودیس کے پاس پھر نہ جانے کی ہدایت خواب میں پا کر دوسری راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہوئے۔ جب وہ روانہ ہو گئے تو دیکھو خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اٹھ بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور جب تک کہ میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ اسے ہلاک کر دے۔ پس وہ اٹھا اور رات کے وقت بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر روانہ ہو گیا۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تاکہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے اپنے بیٹے کو بلایا۔ جب ہیرودیس نے دیکھا کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی تو نہایت غصے ہوا اور آدمی بھیج کر بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے ان سب بچوں کو قتل کروا دیا جو دو دو برس کے یا اس سے چھوٹے تھے۔ اس وقت کے حساب سے جو اس نے مجوسیوں سے تحقیق کی تھی۔ اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ رامہ میں آواز سنائی دی۔ رونا اور بڑا ماتم۔ راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لیے کہ وہ نہیں ہیں۔

جب ہیرودیس مر گیا تو دیکھو خداوند کے فرشتہ نے مصر میں یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اٹھ اس بچے اور اس کی ماں کو لے کر اسرائیل کے ملک میں چلا جا کیونکہ جو بچہ کی جان کے خواہاں تھے وہ مر گئے۔ پس وہ اٹھا اور بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر اسرائیل کے ملک میں آ گیا۔ مگر جب سنا کہ ارخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی جگہ یہودیہ میں بادشاہی کرتا ہے تو وہاں جانے سے ڈرا اور خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔

(متی باب 2)

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

سالانہ مقابلہ مضمون نویسی 2023ء میں دوم آنے والا مضمون



حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے!

(شہزادہ قمر الدین مبشر۔ گلاسگو)

"مبارک وہ جو اَب ایمان لایا"

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا جس کے تحت بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ بالآخر یہ سلسلہ ہمارے پیارے نبی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے بابرکت وجود پر اپنے کمال کو پہنچا۔ آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کا دائرہ کار زمانی و مکانی اور قومی لحاظ سے محدود تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ آپ تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے اور جو شریعت قرآن کریم کی شکل میں آپ کو عطا کی گئی اس میں قیامت تک کے پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور قرآن کریم کے قیامت تک قابل عمل رہنے کے باوجود کسی مسیح یا مہدی کے ظہور کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال کا جواب درج ذیل احادیث کی روشنی میں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے:

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کی مسجدیں بظاہر آباد تو نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔ یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث ص ۳۸، کنز العمال صفحہ ۶ / ۴۳)

مندرجہ بالا حدیث کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ امت محمدیہ پر ایک ایسے دَور کا آنا مقدر تھا جسے روحانی لحاظ سے دورِ خزاں کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ایسے حالات کے پیش نظر ضرور تھا کہ ایک مصلح کا ظہور بھی ہوتا جس کی بعثت قرآن وحدیث اور بزرگان سلف کے اقوال سے بھی ثابت ہے۔

پس جب وہ تمام حالات وواقعات رونما ہوئے جن کے نتیجہ میں اس موعود کا ظہور مقدر تھا تو ایسے حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے جس جماعت کی بنیاد رکھی یہ وہی موعود جماعت ہے جس کی طرف آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ جمعہ) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا۔

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا از روئے قرآن مجید

۱۔ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (سورۃ الجمعۃ: ۴)

ترجمہ: اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ پڑھی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضورؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس آدمی نے دو یا تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے۔ (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہ کا درجہ پائیں گے۔)

(بخاری کتاب التفسیر سورت جمعۃ)

۲۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس (دین) کو تمام ادیان پر غالب کردے۔ (الصف: ۱۰)

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ادیان باطلہ پر دین حق کا کامل غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ جب صرف ایک ہی دین باقی رہ جائے گا۔

(ابن جریر جلد ۲۸ صفحہ ۵۳)

اہل تشیع کی معروف حدیث کی کتاب ''بحارالانوار'' میں اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت آل محمد کے القائم یعنی امام مہدی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ (بحارالانوار جلد ۱۳ ص ۲۵۶ باب پنجم)

شیعہ کی معتبر کتاب ''غایۃ المقصود'' میں اسی آیت سے متعلق لکھا ہے: اس آیت میں جو رسول موعود ہے اس سے مراد امام مہدی ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: یہ بات ظاہر ہے کہ دین کے غلبہ کی ابتدا حضرت نبی کریم ﷺ کے وقت میں شروع ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت مہدی کے ہاتھ سے ہوگی۔ (منصب امامت صفحہ ۵۶)

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ازروئے حدیث

۱۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ۱۲۴۰ سال کے بعد اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث کرے گا۔ (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

۲۔ اُمّت پر ایک ایسا دَور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آ جائے گا جسے مہدی کے سوا کوئی اُور دُور نہ کر سکے گا۔ (ینابیع المودۃ جز ۲ صفحہ ۸۳)

۳۔ مہدی لوگوں کو میرے دین اور میری شریعت پر قائم کرے گا۔ (بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷)

۴۔ امام مہدی آخری زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کرے گا جس طرح میں ابتدائی زمانہ میں اسے قائم کر رہا ہوں۔ (ینابیع المودۃ جز ثالث صفحہ ۱۶۵)

امام مہدی کو ماننا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی مامور اور امام آیا کرتے ہیں ان کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ تمام برکتیں ان سے وابستہ کردی جاتی ہیں۔ اور ان کے بغیر ہر طرف تاریکی اور جہالت ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص (خدا کے مقرر کردہ) امام کو قبول کیے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴، صفحہ ۹۶)

رسول اللہ ﷺ کی تاکیدی وصیت

☆ جب تم اسے دیکھو تو اس کی ضرور بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی جانا پڑے۔ کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ (مستدرک حاکم کتاب الفتن والملاحم باب خروج المہدی)

☆ آپؐ نے امام مہدی کی بیعت اور اطاعت کرنے کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جس نے امام مہدی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷)

☆ پھر فرمایا: جس نے مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱) نیز (لوائح الانوار البھیمہ جلد ۲ صفحہ ۸۰)

☆ حضور ﷺ نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا کہ مسیح موعود کو میرا اسلام پہنچانا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی عیسیٰ بن مریم کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔ (الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

اس بارہ میں حضور ﷺ کی خواہش اور تمنا غیر معمولی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میری عمر لمبی ہوئی تو میں عیسیٰ بن مریم سے خود ملوں گا اور اگر مجھے موت آ گئی تو تم میں سے جو شخص بھی اس کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

☆ ان تمام ارشادات سے نتیجہ نکالتے ہوئے علامہ اسفرائنی فرماتے ہیں: ''ظہور مہدی پر ایمان واجب ہے جیسا کہ یہ امر علماء دین کے ہاں تسلیم شدہ ہے اور اہل سنۃ والجماعت کی کتب عقائد میں درج ہے۔'' (لوائح الانوار البھیمہ جلد ۲ صفحہ ۸۰)

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت

عصر حاضر میں انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے نے جس طرح اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں اور فرستادوں کی تعلیم کو فراموش کر دیا اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ عوام سے لے کر علماء تک کے سبھی طبقے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے ہو بلا تفریق اُمّتِ مرحومہ کے مرثیہ خواں نظر آتے تھے اور بزرگان حال وقال کہہ رہے تھے کہ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی روحانی تاریکی اور ظلمت آج پھر پوری شدت سے عود کر آئی ہے۔ اخلاق وتمدن، معیشت واقتصاد اور عقائد روحانیت کا کوئی ایسا خوفناک مرض نہیں جو انسانیت کو لاحق نہ ہو۔ خاص طور پر احادیث مذکورہ میں جو نقشہ آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کا کھینچا ہے وہ من وعن پورا ہو گیا۔ اس صورتحال کا نقشہ ایک معروف عالم دین جناب نور الحسن خان صاحب ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان سے ہیں انہیں سے فتنے نکلتے ہیں اور انہیں کے اندر پھر کے جاتے ہیں۔'' (اقتراب الساعۃ، صفحہ ۹۶)

اس حقیقت کا اعتراف رسالہ ''اہلحدیث'' میں بھی کیا گیا ہے ''افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی، رہبر، وَرَثۃُ الْاَنْبِیاء سمجھتے ہیں۔ ان میں یہ نفسانیت اور شیطنت بھری پڑی ہے تو پھر شیطان کو کس لیے برا بھلا کہنا چاہیے۔'' (رسالہ اہلحدیث ۱۷ نومبر ۱۹۱۱ء)

پھر اسی رسالہ اہلحدیث (۷ جنوری ۱۹۱۲ء) میں امت محمدیہ میں پیدا ہونے والے انتشار کا ذمہ دار بھی علماء کو ٹھہرایا گیا ہے:

هَلْ اَفْسَدَ النَّاسَ اِلَّا الْمُلُوْکُ
وَ عُلَمَاءُ سُوْءٍ وَ رُھْبَانُھَا

یعنی کیا بادشاہوں، علماء سوء اور رہبان کے سوا کسی اور چیز نے لوگوں کو خراب کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علماء سوء کہ طالب دنیا باشد۔'' (الفوز الکبیر ص ۱۰)

یعنی اگر یہود کا نمونہ دیکھنا ہو تو علماء سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے پیچھے پڑ چکے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبال امت محمدیہ کی حالتِ زار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یُوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

نیز مسجدوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

پھر یہاں تک فرمایا:

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پُرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان نے مسلمانوں کے بارے میں لکھا:

’’یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔‘‘

(سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۳۰)

مولوی سید ابوالحسن ندوی صاحب نے لکھا:

’’اسلام عیسائیت کی طرح چند اعتقادات اور چند رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔‘‘

(سیرت سید احمد شہید ص ۲۳ مطبوعہ ۱۹۴۱ء)

اس حقیقت کا صرف زبانی ہی اعتراف نہیں کیا گیا بلکہ اصلاح احوال کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کسی مصلح اور فرستادے کا بھی بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ جس طرح قحط سالی کے ایام میں نگاہیں آسمان کی طرف لگ جاتی ہیں اسی طرح ایک موعود اقوام عالم کا انتظار ہو رہا تھا اور عصر حاضر کے تمام مسلم اور غیر مسلم اکابرین، دانشور، سکالرز اور علماء کی کتب اور ارشادات و ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ وقت تھا جس میں ایک موعود اقوام عالم کی بعثت کی ضرورت تھی اور تمام بزرگ اور علماء اسی نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب اس بگاڑ کی اصلاح سوائے مامور من اللہ کے اور کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جناب مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانیٔ جماعت اسلامی نے عام لوگوں کے شدت انتظار کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

’’لوگ امامت دین کی تحریک کے لیے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک کے تصور کمال کا مجسمہ ہو، دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل کسی نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔‘‘

(اخبار ’’مسلمان‘‘ ۲۸ فروری ۱۹۴۳ء)

امام الہند جناب مولانا ابوالکلام آزاد اپنے زمانہ میں امام مہدی کے لیے شدید انتظار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر ان میں سے کسی بزرگ کو چند لمحوں کے لیے قوم کی حالتِ زار پر بھی توجہ کبھی ہوتی تھی تو یہ کہہ کر خود اپنے معتقدین کے دلوں کو تسکین دے دیتے تھے کہ اب ہماری اور تمہاری کوششوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو قیامت قریب ہے اور مسلمانوں کی تباہی لازمی۔ سارے کاموں کو امام مہدی کے نکلنے کی انتظار میں ملتوی کر دینا چاہیے۔ اس وقت ساری دنیا خود بخود مسلمانوں کے لیے خالی ہو جائے گی۔‘‘ (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۱۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور ظہور

ان ثابت شدہ حقائق کی روشنی میں خدائی نوشتوں کے مطابق مقدّر تھا کہ تمام ملتوں کا موعود ایک ہی وجود کی صورت میں ظاہر ہو جو حضرت خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور پیروکار ہو اور جس کا مقصد بعثت تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کے آخری دین اور مکمل ضابطۂ حیات اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا تھا۔

اس تمام صورت حال کے پیش نظر اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ موعود اقوام عالم کون ہے اور اس کے مشن کو آگے بڑھانے والی جماعت کونسی ہے؟ جبکہ زمانہ بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

بالآخر زبانِ خلق نقارۂ خدا بن گئی اور رحمت خداوندی نے جوش مارا اور ایک ہادیٔ برحق کو اصلاحِ خلق کے لیے مامور کر دیا گیا اور ہندوستان کی ایک گمنام بستی سے یہ آواز بلند ہوئی ؎

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نُورِ خدا جس سے ہوُا دن آشکار

اور یہ بھی کہ ؎

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

پھر فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

یہ آواز خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ، عشق رسولؐ میں سرشار اور بنی نوعِ انسان کے ہمدرد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی تھی۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اس عظیم مشن کے لیے مامور فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مشن کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

’’اگر تم ایماندار ہو تو شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔‘‘

اسی طرح فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سوائے حق کے طالبو! سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لیے آسمانی مدد کی ضرورت تھی۔ کیا ابھی تک تم پر یہ ثابت

نہیں ہوا کہ گزشتہ صدی میں جو تیرھویں صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچ گئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا ناقابل برداشت زخم ہمیں اٹھانے پڑے۔ کیا ابھی تک تم نے معلوم نہیں کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اس وقت تم کو یہ خبر نہیں ملی کہ کس قدر لوگ اسلام سے نکل گئے، کس قدر عیسائیوں میں جا ملے، کس قدر دہریہ اور طبعیہ ہو گئے اور کس قدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کس قدر اسلام کے ردّ کے لیے کتابیں لکھی گئیں اور دنیا میں شائع کی گئیں۔ سو تم اب سوچ کر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کرتا۔ اگر ضرور تھا تو تم دانستہ نعمت الٰہی کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریمؐ نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا۔ ذرا نظر اٹھا کر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤں نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چاروں طرف سے اسلام پر مخالفوں کے تیر چھوٹ رہے ہیں اور کیسے کروڑہا نفسوں پر اس زہر نے اثر کر دیا ہے۔ یہ علمی طوفان، یہ عقلی طوفان، یہ فلسفی طوفان، یہ مکر اور منصوبوں کا طوفان، یہ فسق و فجور کا طوفان، یہ لالچ اور طمع دینے کا طوفان، یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک و بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانوں کو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ میں نظیر بیان کرو اور ایماناً کہو کہ حضرتِ آدم سے لے کر تا ایندم اس کی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہیں تو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور حدیثوں کے وہ معنی کرو جو ہو سکتے ہیں۔۔۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۴)

مزید فرمایا: ''بذریعہ وحی الٰہی میرے پر تبصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لیے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۷۳)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''اخیر پر یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لیے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لیے کرشن ہے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے اوپر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔''

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور بیعت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا عظیم انقلاب

{وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}

(سورۃ الجمعۃ آیت 4)

اس آیت کا ترجمہ ہے

اور انہیں میں سے دوسروں کی طرف بھی مبعوث کیا ہے جو ابھی ایمان نہیں لائے۔ وہ کامل غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

یہ آیت جب نازل ہوئی تو ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس شخص نے یہ سوال تین دفعہ دوہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا یعنی زمین سے ایمان بالکل ختم ہو گیا تو ان میں سے ایک شخص اس کو واپس لائے گا، دوسری جگہ رِجالٌ کا لفظ بھی ہے یعنی اشخاص واپس لائیں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ۔۔۔۔۔۔۔حدیث نمبر 4897)

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نور سے فیض پا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمایا تھا، اپنے صحابہ میں، اپنے ماننے والوں میں، اپنے بیعت کرنے والوں میں کیا انقلاب عظیم پیدا کیا تھا۔ اس بارے میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں کہ آپؑ نے اپنے صحابہ کو کیسا پایا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

''مَیں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔ اور ایام مباہلہ کے بعد گویا ہماری جماعت میں ایک اور عالم پیدا ہو گیا ہے۔ مَیں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 315)

حضور علیہ السلام کے اس دعوے کی صداقت کے طور پر ان پاک نمونوں کی محض چند مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ زمانہ کے مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنے والے اور آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ایک صحابی تھے۔ اس ایمان کا کیا نتیجہ ظاہر ہوا اس بارے میں ایک روایت درج ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ”ہر شخص اپنی بعض کمزوریوں یا ہم عصری کی وجہ سے کم از کم اپنے علاقے اور نواح میں خاص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ حافظ صاحب ایک زمیندار خاندان کے فرد تھے اور دولت و مال کے لحاظ سے آپ کا مرتبہ بلند نہ تھا بلکہ وہ غریب تھے۔ مگر اس کے باوجود اپنی نیکی اور دینداری کی وجہ سے اپنے گاؤں اور نواح میں ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آج ہم جو فیض اللہ چک اور تھہ غلام نبی وغیرہ دیہات میں احمدیت کی رونق اور اثر کو دیکھتے ہیں اس میں حافظ صاحب کی عملی زندگی کا بہت بڑا دخل ہے۔ وہ ایک خاموش واعظ تھے اور مجسم تبلیغ تھے۔ انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ حضور کی صداقت کا یقین ہوتا تھا اور اندر ہی اندر محبت کا جذبہ بڑھتا تھا۔ آپ نہایت ملنسار اور وفادار اور ہمدرد طبع تھے، دوسروں کی بھلائی چاہتے تھے۔ حضرت کی صحبت اور قرب نے آپ میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ آپ دعاؤں کی قوت کو جانتے اور دعائیں کرنے کے عادی اور آداب دعا سے واقف تھے۔ آپ کی زندگی ایک مخلص مومن اور خدا رسیدہ انسان کی زندگی تھی۔ حق کی اشاعت کے لیے آپ میں جوش اور غیرت تھی۔ دینی معاملے میں کبھی کسی سے نہ دبتے تھے۔ حق کہنے میں ہمیشہ دلیر تھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل تھے۔ غرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اور یہ جو کچھ تھا حضرت اقدس کی پاک صحبت کا اثر تھا۔ مرحوم اپنی زندگی کے بے شمار حالات و واقعات سے واقف تھے۔ مگر آپ کی عادت میں تھا کہ بہت کم روایت کرتے اور جب حضرت اقدس کے حالات کے متعلق کوئی سوال ہوتا تو چشم پُر آب ہو جاتے اور فرماتے کہ سراسر نور کی میں کیا حقیقت بیان کروں، کوئی ایک بات ہو تو کہوں۔“ (اصحاب احمد جلد نمبر 13 صفحہ 72)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔ قادیان آئے مگر آپ کے والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے بھائی جی کو ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر آپ پر بہت سختیاں کی گئیں اور ادائیگی نماز سے بھی روکا گیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوششیں کی جاتیں۔ اس زمانے میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح مَیں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیتوں کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لیے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لیے آیا ہے لہٰذا مَیں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا۔ مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک مسلمان مزدور تھا کشمیری قوم کا۔ جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش میں مجھ سے پوچھا منشی جی! کیا یہی بات پکی ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لیے گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ کم از کم تم میرے اسلام کے شاہد رہو گے۔

(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 9 صفحہ 63)

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کر کے بیعت کے فوائد بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”قرآن کریم کی جو عظمت اب میرے دل میں ہے، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے پہلے نہ تھی۔ یہ سب حضرت مرزا صاحب کی بدولت ہے۔“

(اصحاب احمد جلد نمبر 14 صفحہ 56)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کا نمونہ ہے۔ آپؓ نے اپنے قصبہ مرالی میں پہنچ کر اپنی بیعت کا اعلان کیا۔ . . . اس پر قصبے میں شور برپا ہو گیا اور شدید مخالفت کا آغاز ہو گیا۔ اہل حدیث مولویوں کی طرف سے مقاطعہ کرا دیا گیا۔ لوگ آپ کو کھلے بندوں گالی گلوچ دیتے تھے۔ ایسے کٹھن مرحلے پر مولانا صاحب آستانہ الٰہی پر جھکنے اور تہجد میں گریہ وزاری میں مصروف ہونے لگے اور خدا تعالیٰ نے آپ پر رؤیا و کشوف کا دروازہ کھول دیا اور یہ امر آپ کے لیے بالکل نیا تھا۔ اس طرح آپ کے لیے تسلی کے سامان ہونے لگے۔ . . . سو اب آپ کے ایمان و عرفان میں ترقی ہونے لگی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عشق و وفا بھی بڑھنے لگا اور آپ دیوانہ وار تبلیغ میں لگ گئے۔ جس پر آپ کے ماموں نے جو خسر بھی تھے آپ کو گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا اور پولیس سے اس بارے میں استمداد کی بھی دھمکی دی۔ اس لیے آپ موضع بقاپور چلے آئے جہاں آپ کی زمینداری کے باعث مقاطعہ تو نہ ہوا لیکن مخالفت پورے زور سے رہی۔ عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی زمرۂ مخالفین میں شامل تھے البتہ بڑے بھائی مخالف نہ ہوئے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو کیونکر بُرا کہتے ہیں، وہ پہلے سے زیادہ نمازی ہے۔ والد صاحب نے کہا مرزا صاحب کو جن کا دعویٰ مہدی ہونے کا ہے مان لیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے کہا امام مہدی کے معنی ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں۔ ان کے ماننے سے میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہو گئی ہے جس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے اور مولوی صاحب کو اپنی بیعت کا خط لکھنے کو کہا۔ آپ تبلیغ میں مصروف رہے اور ایک سال کے اندر پھر والد صاحب اور چھوٹے بھائی اور دونوں بھابھیوں نے بھی بیعت کر لی اور بڑے بھائی صاحب نے خلافت احمدیہ اولیٰ میں بیعت کر لی۔

(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 10 صفحہ 215)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ کے بارے میں حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب لکھتے ہیں کہ ”نام اور نمود، ریا، ظاہر داری، علمی گھمنڈ، تکبر ہرگز نہیں تھا۔ دوران قیام قادیان میں جب بھی کوئی کہتا مولوی صاحب! فوراً روک دیتے کہ مجھے مولوی مت کہو، مَیں نے تو ابھی مرزا صاحب سے ابجد شروع کی ہے، الف ب شروع کی ہے۔“ (ماہنامہ انصار اللہ ربوہ۔ ستمبر 1977 صفحہ 12)

مدعی موجود ہے

یہ وہ مبارک زمانہ ہے جس میں عین چودھویں صدی کے سر پر حضرت

مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں ہی امام مہدی اور مسیح موعود ہوں۔ اور آپ کے حق میں خدا نے بڑے بڑے نشان دکھائے اور سابقہ کتب میں درج پیشگوئیاں پوری کیں۔ پس آپ کا دعویٰ ہر مسلمان کے لیے قابل توجہ ہے اگر آپ واقعةً وہی امام مہدی ہیں جن کا تمام امت مسلمہ انتظار کر رہی ہے تو آپ کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہے ورنہ آپ خدا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ پس سوچیں، غور کریں۔ اپنے خدا سے پوچھیں اور جب شرح صدر ہوجائے تو اس کو رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچا کر جماعت احمدیہ میں داخل ہوجائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”میں درحقیقت وہی مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حکم اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے۔..“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 328)

نیز فرمایا: ”وہ کام جس کے لیے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہوگئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں اُن کو ظاہر کردوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگادوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔“

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

اللہ تعالیٰ کے مسیح کا لگایا ہوا یہ بیج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت قیادت میں پھل پھول اور بڑھ رہا ہے۔ ہم نے اگر اس کی سبز شاخیں بننا ہے تو ہمارا کام ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت، آنحضرت ﷺ سے عشق اور اپنے اعمال اور نوع انسان سے ہمدردی اور محبت کو اس طرح بنائیں کہ ہمارے ہر عمل سے یہ نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے امام وقت کو مانا اور اس کی بیعت میں شامل ہوئے۔ اب خالصةً للہ آپ نے اس کی ہی اطاعت کرنی ہے، اس کے تمام حکموں کو بجالانا ہے ورنہ پھر خدا تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اطاعت کے اعلیٰ معیار پر قائم فرمائے اور یہ اعلیٰ معیار کس طرح قائم کیے جائیں؟ یہ معیار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کر کے ہی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 2003ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14 نومبر 2003ء صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقاصد کو پورا کرنے والا بنائے۔ آمین

•••••••••••••••••••••••••••••

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا توکّل علی اللہ

(عبدالرحمٰن شاکر)

ایک دن خاکسار راقم الحروف دفتر کو جارہا تھا۔ راستے میں جناب مولوی محمد جی صاحب ہزاروی مل گئے۔ فرمانے لگے: کیا میں تمہیں حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ سناؤں؟ مَیں نے عرض کیا: ضرور سنائیں۔

فرمانے لگے: تم نے عبدالحی عرب صاحب کا نام سنا ہے؟

مَیں نے کہا: مَیں نے ان کو بچپن میں دیکھا ہے اور ان کا عربوں جیسا لباس اب تک یاد ہے۔ فرمانے لگے کہ ایک دن عرب صاحب حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے پاس صبح کے وقت آئے اور عرض کیا کہ ان کو عصر کے وقت چار روپے کی ضرورت ہے۔ مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا عصر کے بعد چار روپے مل جائیں گے۔ لیکن ابھی حضرت صاحب ظہر کی نماز کے لیے وضو کر رہے تھے کہ عبدالحی عرب صاحب آگئے اور کہا کہ چار روپے مجھے ابھی عنایت فرمائیں۔

حضرت نورالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عصر کے وقت آئیں۔ مگر وہ اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے ابھی درکار ہیں۔ آخر حضور مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بہت تنگ کرتے ہو۔ جاؤ میرے مصلیٰ کے نیچے دیکھو۔ عرب صاحب نے مصلیٰ اٹھایا تو وہاں چار روپے موجود تھے جو وہ لے کر خوش خوش چلے گئے۔

خاکسار کے والد مولوی نعمت اللہ صاحب گوہر رضی اللہ عنہ بی۔ اے ایک دن بیمار ہوگئے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی علی محمد صاحب رضی اللہ عنہ (بی۔ اے، بی ٹی) سے کہا کہ صبح کی نماز کے معاً بعد حضرت مولانا سے درخواست کرنا کہ مجھے تکلیف زیادہ ہے۔ تشریف لاکر مجھے دیکھ جائیں۔ انہوں نے عرض کر دیا۔

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ عبدالحی عرب کے کندھے پر سہارا لیتے ہوئے ہمارے گھر آئے۔ نبض دیکھی اور میرے چچا صاحب کو فرمایا کہ میرے ساتھ چلو دوا دیتا ہوں۔ جب حضور رضی اللہ عنہ اٹھ کر جانے لگے تو والد صاحب نے عرض کیا کہ گذشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت چوڑی خندق ہے اور اس کی لمبائی دونوں طرف حدِ نگاہ ہے۔ کوئی شخص خواب میں کہتا ہے کہ اس خندق میں (جو چاندی سے بھری ہوئی ہے) مولوی نورالدین کا خزانہ ہے۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ مَیں نے خواب میں کہا کہ چلو آئندہ میں بھی اسی میں سے لے کر گزارا کروں گا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔

خواب سن کر حضرت مولانا بہت ہنسے اور فرمایا کہ ”تم شاعر ہو۔ تم نے کچھ پتہ لگالیا ہے کہ مَیں کہاں سے کھاتا ہوں۔ پورا پتہ تمہیں بھی نہیں لگا!“

حضور مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کی دعا سے والد صاحب نے بہت علمی ترقی کی۔

•••••••••••••••••••••••••••••

نومبائعین کی تربیت کے لیے قیمتی نصائح

(قسط اوّل)

(میرانجم پرویز، قائد تربیت نومبائعین مجلس انصاراللہ یوکے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی ایک سنت بیان فرمائی ہے کہ جب بھی زمین خشک سالی کا شکار ہو جاتی ہے تو میں آسمان سے پانی اتارتا ہوں اور جب بحر و بر میں فساد برپا ہو جاتا ہے تو میں آسمان سے لوگوں کی ہدایت کے سامان کرتا ہوں۔ ہر نبی کی بعثت ایسے ہی وقت میں ہوئی۔ جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت بھی بحر و بر میں فساد برپا تھا۔ پھر آپؐ نے اپنی قوتِ قدسیہ سے عبادِ صالحین کی ایسی جماعت قائم کی جو اس خشک سالی کے عالم میں مژدۂ بہار بن کر دنیا میں پھیل گئے اور جہاں بھی گئے دنیا کو سبزہ زار میں بدل دیا۔ آنحضرت ﷺ نے صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کو جہاں اسلام کی ترقی اور سربلندی کی خوشخبریاں عطا فرمائیں وہیں یہ انذار بھی فرمایا کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے جب مسلمان کہلانے والے اسلام کی تعلیمات سے روگردانی اختیار کرلیں گے۔ کہنے کو تو وہ مسلمان ہوں گے مگر ان کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوں گے۔ ایمان دُنیا سے اٹھ جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی آپؐ نے یہ خوشخبری بھی دی کہ ایسے عالم میں تم بالکل مایوس نہ ہونا۔ اُس وقت ایک رجلِ فارس اس ایمان کو دوبارہ دلوں میں قائم کردے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے انھوں نے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور صدق و اخلاص کے وہ نمونے دکھائے کہ صحابہ کا درجہ پایا۔

ہر احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مقصد کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھے جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے کیونکہ یہی ہماری اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمیں دوسرے مسلمانوں سے بھی اور غیر مسلموں سے بھی ممتاز کرتی ہے۔ اگر ہم نے محض زبانی اقرارِ بیعت کرلیا اور اپنے اندر وہ تبدیلیاں پیدا نہ کیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے تو پھر ہماری بیعت بے فائدہ ہے، بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہچان کر اور آپ کی بیعت میں آ کر اگر ہم اپنے اندر نیک تبدیلی نہ پیدا کریں اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم نہ کریں اور دین کو دنیا پر مقدم نہ کریں تو پھر ہم دوسروں سے زیادہ سزا کے مستحق ٹھہریں گے کیونکہ دوسروں کے لیے تو کچھ عذر ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آپؑ کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر پہچان لیتے تو ہو سکتا ہے کہ ایمان لا کر نیک تبدیلیاں پیدا کرتے۔ مگر یہ معاملہ تو سراسر عالم الغیب خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے۔ بہرحال ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ جو روشنی ہمیں نصیب ہوئی ہے اس سے نہ صرف خود بھرپور استفادہ کریں بلکہ اپنے خویش و اقارب اور اصحاب و معارف کو بھی اس سے منور کرنے کے لیے مقدور بھر سعی کریں۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنے دلوں کو اس آسمانی نور سے روشن کریں تب ہی ہم دوسروں کے لیے چراغِ راہ بن سکتے ہیں۔

اس مضمون میں خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کے ارشادات جمع کیے ہیں جن سے نہ صرف بیعت کرنے والوں کو بیعت کی اہمیت اور اپنی ذمہ داریوں کا علم ہوتا ہے بلکہ شعبہ تربیت نومبائعین سے وابستہ عہدیداروں کو ان کے فرائض و واجبات کی ادائیگی سے متعلق راہنمائی بھی میسر آتی ہے۔ اس لیے امید ہے کہ یہ مجموعۂ ارشادات جہاں نومبائعین کو اپنی تربیت کرنے میں فائدہ دے گا وہاں منتظمین و ناظمین تربیت نومبائعین کو بھی اپنی ذمہ داریاں بطورِ احسن بجالانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زندگی صرف سلسلہ احمدیہ میں ہے

جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ انسان دو کشتیوں میں کبھی پاؤں نہیں رکھ سکتا۔..... اس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری بیعتوں کو توڑ ڈالا ہے صرف مسیح موعود ہی کی بیعت کو قائم رکھا ہے جو خاتم الخلفاء ہو کر آیا ہے۔..... اس وقت سب گدیاں ایک مُردہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور زندگی صرف اسی سلسلہ میں ہے جو خدا نے میرے ہاتھ پر قائم کیا ہے۔ اب کیسا نادان ہوگا وہ شخص جو زندوں کو چھوڑ کر مُردوں میں زندگی طلب کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد 02 صفحہ 294۔ ایڈیشن 2022ء)

مبائعین بہت خوش قسمت ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کرنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا: تم بہت خوش قسمت ہو۔ یہ جو بڑے بڑے مولوی تھے ان کے لیے خدا نے دروازے بند کر دیے اور تمھارے لیے کھول دیے۔ خدا کا تم پر بہت احسان ہے۔ (ملفوظات جلد 03 صفحہ 268۔ ایڈیشن 2022ء)

بیعت ایک تخم ریزی ہے جس کی آبیاری ضروری ہے

آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے۔ یہ تخم ریزی کی طرح ہے۔ چاہیے

کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہؤا ہے۔جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر کار خشک ہو کر گر جاتی ہے۔ جو شخص زندہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی پروا نہیں رکھتا۔ دنیا ہر طرح مل جاتی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا ہی مبارک ہے لیکن جو دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے وہ ایک مردار کی طرح ہے جو کبھی سچی نصرت کا منہ نہیں دیکھتا۔ یہ بیعت اس وقت کام آسکتی ہے جب دین کو مقدم کرلیا جاوے اور اس میں ترقی کرنے کی کوشش ہو۔ بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا۔ اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی ادا نہ کرے۔ نہ زمین کو درست کرے اور نہ آبپاشی کرے اور نہ موقع بہ موقع مناسب کھاد زمین میں ڈالے، نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہوگا۔ کھیت اسی کا رہے گا جو پورا زمیندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے۔ خدا جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لیے دعا کرتا رہے۔

(ملفوظات جلد 06 صفحہ 201–202۔ ایڈیشن 2022ء)

نو مبائعین کو نصائح

آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ بطور نصیحت چند الفاظ تمہیں کہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھے اور پھر قرآن کریم پر غور کرے کہ خدا تعالیٰ نے کیا کچھ قرآن کریم میں فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت با خداوند۔ اب خدا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کی طرف آنا چاہتا ہے اور فی الواقع اس کا دل ایسا نہیں کہ اس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو تو وہ خدا کے نزدیک قابلِ سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے جب تک کافی حصّہ اپنا ان کی طلب میں خرچ نہ کردیں وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہیں۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اس کی ایک مقدار مقرر کر دے اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہیں کھاتا بلکہ تھوڑا حصّہ اس دوائی کا استعمال کرتا ہے تو اس کو کیا فائدہ اس سے ہوگا؟ ایک شخص پیاسا ہے تو ممکن نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس دور ہو سکے۔ اسی طرح جو شخص بھوکا ہے وہ ایک لقمہ سے سیر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ یا اس کے رسول پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہرًا رسم کے طور پر بیعت کر لینا بالکل بے سُود ہے جب تک انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ نفس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ انسان پورے طور پر وہ حصّہ لے جو روحانی زندگی کے لیے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کہ میں مسلمان ہوں کافی نہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔

(ملفوظات جلد 06 صفحہ 193–194۔ ایڈیشن 2022ء)

بیعت کی غرض

میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر ان میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لیے یا اولاد کے لیے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جس میں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کیلیے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانسو روپیہ مل جاوے تو میں بیعت کرلوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھوڑانا چاہتے ہیں وہی ہم سے طلب کی جاتی ہیں۔ اسی لیے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں جیسے کسی کا لڑکا مَر گیا تو شکایت کرتا ہے میں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا؟ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کہ پیغمبر تھے مگر آپؐ کے گیارہ لڑکے فوت ہو گئے اور کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیے؟

غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیے کہ میں بادشاہ ہی بن جاؤں گا یا ایسی کیمیا حاصل ہو جاوے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اس لیے مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگوں کو چھڑا دیویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہیں اور اس کے لیے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

(ملفوظات جلد 06 صفحہ 281۔ ایڈیشن 2022ء)

بیعت کو نبھائیں

تم لوگوں نے اس وقت جو بیعت کی ہے اس کا زبان سے کہہ دینا اور اقرار کر لینا تو بہت ہی آسان ہے مگر اس اقرارِ بیعت کا نبھانا اور اس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ نفس اور شیطان انسان کو دین سے لاپروا بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ دنیا اور اس کے فوائد کو آسان اور قریب دکھاتے ہیں لیکن قیامت کے معاملہ کو دور دکھاتے ہیں جس سے انسان سخت دل ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر بن جاتا ہے اس لیے یہ بہت ہی ضروری اَمر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو جہاں تک کوشش ہو سکے ساری ہمّت اور توجہ سے اس اقرار کو نبھانا چاہیے اور گناہوں سے بچنے کے لیے کوشش کرتے رہو۔

(ملفوظات جلد 06 صفحہ 109۔ ایڈیشن 2022ء)

بیعت کے بعد اعمالِ صالحہ کی ضرورت

یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ بیعت کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ بیعت کے بعد حجّت پوری ہو جاتی ہے پھر اگر اپنی اصلاح اور تبدیلی نہیں کرتا تو سخت جوابدہ ہے پس ضرورت اس بات کی ہے کہ سچے مسلمان بنو تا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری کوئی قدر و قیمت ہو جو چیز کار آمد ہوتی ہے اسی کی قدر کی جاتی ہے۔ دیکھو! اگر تمہارے پاس ایک دودھ دینے والی بکری ہو جس سے تمہارے بیوی بچے پرورش پاتے ہوں تو تم بھی اس کو ذبح کرنے کے لیے طیار نہیں ہو جاتے لیکن اگر وہ کچھ بھی دودھ نہ دے بلکہ نری چارہ دانہ کی چٹی ہو تو تم فوراً اس

کو ذبح کرلوگے۔ اسی طرح پر جو آدمی اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار، نیک کام کرنے والا اور دوسروں کو نفع پہنچانے والا نہ ہو اس وقت تک خدا تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا بلکہ وہ اس بکری کی طرح ذبح کے لائق ہوتا ہے جو دودھ نہیں دیتی ہے اس لیے ضرورت اس اَمر کی ہے کہ تم اپنے آپ کو مفید ثابت کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے بندوں کو نفع پہنچاؤ۔

(ملفوظات جلد 06 صفحہ 114–115۔ایڈیشن 2022ء)

دشمن بھی گواہی دے کہ بیعت کے بعد یہ شخص وہ نہیں رہا

فتنہ کی بات نہ کرو، شر نہ کرو، گالی پر صبر کرو، کسی کا مقابلہ نہ کرو، جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ، شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ، سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو اور دشمن بھی جان لیوے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا مقدمات میں سچی گواہی دو، اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ پورے دل، پوری ہمّت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔(ملفوظات جلد 06 صفحہ 127۔ایڈیشن 2022ء)

بیعت کے مغز کو اختیار کرو

یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے، مغز تو اس کے اندر ہے۔.... جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہیے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آجاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ مرنا ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہر گز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو پا نہیں سکتا۔

(ملفوظات جلد 02 صفحہ 53۔ایڈیشن 2022ء)

جماعت میں داخل ہو کر انسان کیا تبدیلی پیدا کرے

اس جماعت میں داخل ہو کر اوّل تغیر زندگی میں کرنا چاہیے کہ خدا پر ایمان سچا ہو کہ وہ ہر مصیبت میں کام آتا ہے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے ہر گز نہ دیکھا جاوے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جاوے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جاوے۔(ملفوظات جلد 05 صفحہ 328۔ایڈیشن 2022ء)

اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں

انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کرے گا تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہو گی وہ خدا خود اسے قوت دے گا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دی جاوے گی جس سے وہ اس پر قائم رہ سکے گا۔ اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں بھی فرق ہے کہ پہلی کمزور ہوتی ہے دوسری مستحکم، کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ، کشش اور دعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنے والے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں اور آسمانی قوت اسے پہنچاتی ہیں جس سے ایک پاک تبدیلی اس کے اندر شروع ہو جاتی ہے اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے جو آخر ایک باردار درخت بن جاتا ہے۔ پس اگر صبر اور استقامت رکھو گے تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گزر گئے ہو۔ غرض اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں: ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے۔(ملفوظات جلد 05 صفحہ 281۔ایڈیشن 2022ء)

بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہے

یاد رکھو کہ بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد اپنی حالت میں تبدیلی نہ کی جاوے تو پھر یہ استخفاف ہے۔ بیعت بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک اَمر میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ پہلے تعلقات معدوم ہو کر نئے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ جب صحابہؓ مسلمان ہوتے تو بعض کو ایسے امور پیش آتے تھے کہ احباب رشتہ دار سب سے الگ ہونا پڑتا تھا.... غرض اس سلسلہ میں جو ابتلاؤں کا سلسلہ ہوتا ہے بہت سی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور بہت سی موتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان انسانوں میں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان میں بعض بزدل بھی ہوتے ہیں، شجاع بھی ہوتے ہیں۔ بعض ایسے بزدل ہوتے ہیں کہ صرف قوم کی کثرت کو دیکھ کر ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ انسان بات کو تو پورا کر لیتا ہے مگر ابتلا کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ (العنکبوت:۳) یعنی کیا لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ایمان لائیں اور امتحان نہ ہو۔ غرض امتحان ضروری شَے ہے۔ اس سلسلہ میں جو داخل ہوتا ہے وہ ابتلا سے خالی نہیں رہ سکتا۔

(ملفوظات جلد 03 صفحہ 135–136۔ایڈیشن 2022ء)

بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ نہیں

بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے، غفور و رحیم خدا اُس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 03 صفحہ 62۔ایڈیشن 2022ء)

بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ دنیا کے اغراض کو نہ ملاؤ

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی بیعت کی کیا غرض ہے؟ کیا وہ دنیا کے لیے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے؟ بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے۔ ورنہ بیعت سے ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں ان میں پیدا نہیں ہوتا، ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی، نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے، گناہوں سے بچتے نہیں۔ .... یاد رکھو! اس سلسلہ میں داخل

ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ کیونکہ دنیا تو گزرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گزر جائے گی..... بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ، جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں، دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ، نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ واستغفار میں مصروف رہو نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کردے گا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو، پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے، اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

(ملفوظات جلد 05 صفحہ 278–282۔ ایڈیشن 2022ء)

جو بیعت کر کے پھر گناہ سے نہیں بچتا....

جو بیعت کر کے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹا اقرار کرتا ہے۔ اور یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے جس پر وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے اور پھر خدا کے ہاتھ پر جھوٹ بول کر کہاں جاوے؟ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:۴) مَقْت خدا کے غضب کو کہتے ہیں۔ یعنی بڑا غضب ان پر ہوتا ہے جو اقرار کرتے ہیں اور پھر کرتے نہیں۔ ایسے آدمی پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے، اس لیے دعائیں کرتے رہو۔ کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک خدا نہ رکھے۔

(ملفوظات جلد 04 صفحہ 321–322۔ ایڈیشن 2022ء)

دین کو دنیا پر مقدم رکھیں

بیعت کے وقت جو اقرار کیا گیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ یہ اقرار خدا کے سامنے اقرار ہے۔ اب چاہیے کہ اس پر موت تک خوب قائم رہو ورنہ سمجھو کہ بیعت نہیں کی اور اگر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ دین، دنیا میں برکت دے گا۔ اپنے اللہ کے منشا کے موافق پوری پوری تقویٰ اختیار کرو۔

(ملفوظات جلد 04 صفحہ 186۔ ایڈیشن 2022ء)

اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کریں

اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہ تو وہ تھے جنھوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہ حق میں دیا اور سب کچھ چھوڑا۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 37۔ ایڈیشن 2022ء)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

قیادت تربیت نومبائعین کا لائحہ عمل

برائے سال 2024ء

1۔ ناظمین و منتظمین تربیت نومبائعین اپنے اپنے ریجن/مجلس کے نومبائعین کی لسٹ اور رابطہ کی تفصیل چیک کر کے کوائف کو اپ ڈیٹ کریں۔

2۔ مؤاخات کی طرز پر دوستی یا بھائی چارے کا ایک نظام بنائیں جس میں پرانے احمدیوں یا لوکل عاملہ میں سے کسی موزوں عہدیدار کو نومبائعین کے ساتھ جوڑیں۔

3۔ یہ یقینی بنائیں کہ نومبائعین کے ساتھ باقاعدگی سے ماہانہ رابطہ ہے۔

4۔ ماہانہ اجلاسات اور دیگر جماعتی سرگرمیوں میں نومبائعین کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔

5۔ نومبائعین کو دستیاب تعلیمی مواد سے آگاہ کریں۔ یہ مواد درج ذیل لنکس پر دستیاب ہے:

https://ahmadiyya.uk/ahmadiconverts/resources/
https://www.alislam.org/urdu/pdf/Deeni-Nasab.pdf
https://www.alislam.org/urdu/book/%d8%b4%d8%b1%d8%a7%d8%a6%d8%b7-d8%a8%db%8c%d8%b9%d8%aa-%d8%a7%d9%88-d8%b1-d8%a7%d8%ad%d9%85-d8%af%db%8c-%da%a9%db%8c-%d8%b0%d9%85-db%81-d8%af%d8%a7%d8%b1%db%8c%d8%a7%da%ba/
https://www.alislam.org/urdu/book/%d8%af%d8%b9%d9%88-d8%aa-%d8%a7%d9%84-d8%a7%d9%85-db%8c%d8%b1/
https://ahmadiyya.uk/wp-content/uploads/sites/22/2021/12/Welcome-Pack-for-New-Ahmadis.-v1.-FINAL..pdf
https://ahmadiyya.uk/wp-content/uploads/sites/22/2021/12/New-Ahmadi-Muslim-Temporary-Permanent-AIMS-ID-Card-Processes.pdf
https://www.alislam.org/library/books/Conditions-of-Baiat-Responsibilities-of-Ahmadi.pdf
https://www.alislam.org/book/invitation-to-ahmadiyyat/

6۔ جب تک وہ نومبائعین ہیں انھیں ریویو آف ریلیجنز یا موازنہ مذاہب کی رکنیت فراہم کی جاسکتی ہے۔

7۔ نومبائعین کی بیعت کے ایمان افروز واقعات کو مرتب کرنے میں قیادت کے ساتھ تعاون کریں۔

8۔ سال میں ایک مرتبہ ریجنل سطح پر تمام نئے احمدی انصار کا ایک Get to-gather کا پروگرام رکھیں۔

9۔ وہ نومبائعین انصار جو ابھی تک مالی نظام کا حصہ نہیں بنے انھیں کم از کم چندہ وقف جدید یا تحریک جدید میں ضرور شامل کریں۔

10۔ تالیفِ قلب کی خاطر تمام نومبائعین کو دورانِ سال درج ذیل تحائف دینے کا انتظام کریں:

۱) حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب ''شرائطِ بیعت اور ایک احمدی کی ذمہ داریاں'' (یہ کتاب مختلف زبانوں میں دستیاب ہے۔ کوشش کی جائے گی کہ ہر ایک کو ان کی اپنی زبان میں کتاب مہیا کی جائے۔)

۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کی تصاویر کا سیٹ۔ یا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر فریم کروا کر دی جائے۔

۳) رمضان میں یا عید کے موقع پر نومبائعین کو فوڈ باسکٹ یا کیک کا تحفہ دیا جائے۔



بیکن آف پیس | فلاحی منصوبے

مبلغ پانچ ہزار پاؤنڈ یا اس سے زائد کے عطیات دینے والوں کے نام بغرض دعا ہسپتال کی لابی میں لکھے جائیں گے۔

- عطیہ برائے تعمیر بلاک: مبلغ دو لاکھ پچاس ہزار پاؤنڈ
- عطیہ برائے تعمیر وارڈ: مبلغ چوبیس ہزار پاؤنڈ
- عطیہ برائے تعمیر کمرہ: مبلغ دس ہزار پاؤنڈ



مسرور ہیلتھ کیئر فاؤنڈیشن

- مسرور آئی انسٹیٹیوٹ
- مسرور میٹرنٹی ہسپتال
- مسرور جنرل ہسپتال

گفٹ آف سائٹ

ایک آپریشن کے اخراجات پچاس پاؤنڈ۔
تمام آپریشن مسرور آئی انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام کیے جائیں گے۔





واٹر فار لائف

- نیا واٹر پمپ مبلغ دو ہزار پاؤنڈ: روزانہ ایک ہزار سے زیادہ لوگوں کو تازہ پانی فراہم کرتا ہے۔
- مبلغ سات سو پاؤنڈ میں واٹر پمپ کی مرمت اور نئے بور سے پانی کی رسائی بحال کر کے آبادیوں میں زندگی کی نئی روح پھونکیں۔

یتیم خانے اور امدادِ یتامی'

- عطیہ برائے تعمیر گھر: بارہ ہزار پاؤنڈ
- ایک یتیم کے اخراجات: پچھتر پاؤنڈ ماہانہ۔
- چھ افراد پر مشتمل کے خاندان کے اخراجات: چار سو پاؤنڈ ماہانہ۔



برائے مہربانی کسی بھی مد میں عطیات دینے کے لیے اس لنک کو استعمال کیجئے۔

 donation.beaconofpeace.org